دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

جلد: ۱۰۸ | صفرالمظفر - ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق اگست - ستمبر ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۸-۹

نگراں

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

مدیر

مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری
استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
https://darululoom-deoband.com/urdumagazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 108, Issue No. 8-9, Aug-Sep 2024 अगस्त–सितम्बर 2024
Published by Maulana Abul-Qasim Numani
Printed by Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Mohammad Salman Bijnori
On Behalf of Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 60/= | Annual Subscription Rs. 300/=

Annual by Regd Post. Rs. 550/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۵۰۰ روپے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۸۰۰ روپے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۸۰۰ روپے

فہرست مضامین

حرف آغاز		محمد سلمان بجنوری	۳
	ہمارے عقیدے	ڈاکٹر مولانا اشتیاق احمد قاسمی	۵
	قرآن کی اہمیت وعظمت	مولانا محمد اسعد قاسمی	۱۲
تحقیق	متنِ حدیث حل کرنے کے بنیادی اصول	مفتی محمد طارق محمود	۲۵
//	اساتذۂ حدیث علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ	مولانا محمد معاذ لاہور	۳۰
رہنمائی	ربیع الآخر اور جمادی الآخرۃ کا صحیح تلفظ	مولانا محمد جاوید کراچی	۳۴
//	شکر، انعامات الٰہی کا تقاضا	مولانا محمد راشد شفیع	۴۱
یادرفتگاں	حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی لکھنویؒ	مولانا محمد ساجد قاسمی	۴۳
//	جانشین امام اہل سنت	مفتی ریاست علی قاسمی	۵۰
//	حضرت مولانا عبدالسلام قاسمی مظفر نگریؒ	مفتی ریاست علی قاسمی	۵۹
//	حضرت قاری احمد اللہ بھاگلپوریؒ	مولانا محمد منظور امین راجستھان	۶۷
تعارف کتب	دارالعلوم دیوبند کی پہلی مفصل عربی تاریخ	مولانا محمد شعیب علی گڑھی	۷۴
//	نئی کتابیں	ڈاکٹر مولانا اشتیاق احمد قاسمی	۹۳
احوال وکوائف	رپورٹ وتجاویز مشاورتی اجلاس	مفتی اشرف عباس قاسمی	۱۰۰

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- ایک سال کے لیے اگر بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں تو 540/= روانہ فرمائیں۔
- ہندوستان وپاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

محمد سلمان بجنوری

اس وقت پوری دنیا میں وہ قوم جسے ''خیرامت'' ہونے کی حیثیت سے عزت وسربلندی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونا چاہیے تھا، بے وقعتی اور کمزوری کی ایسی سطح پر پہنچی ہوئی ہے جو کسی بدترین قوم کا ہی مقدر ہوسکتی ہے، ہر علاقہ اور ملک کے مسلمانوں کے مقامی واندرونی معاملات ومسائل سے لے کر، ان کے سب سے بڑے اور عالمی مسئلے ''قضیۂ فلسطین'' تک جو صورت حال ہے، وہ صحیح معنی میں ایک دن کے لیے بھی گوارا کیے جانے کے لائق نہیں ہے؛ لیکن ہم نہ صرف اس کو مسلسل برداشت کرنے پر مجبور ہیں؛ بلکہ ہماری اکثریت بے حسی کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے۔

جہاں تک قضیۂ فلسطین کی بات ہے تو اس میں انصاف تو یہ تھا کہ بحث اسرائیل کے وجود پر ہوتی اور یہودیوں کے ارض فلسطین پر ناجائز قبضے کو ختم کرنے کی تدابیر پر غور ہوتا اور فلسطین کو ایک آزاد اور خودمختار ملک کے طور پر تسلیم کیے جانے کی کارروائی کی جاتی؛ لیکن جو ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ اسرائیل ایک تسلیم شدہ، آزاد، خودمختار؛ بلکہ مطلق العنان ریاست کے طور پر کام کررہا ہے، وہ عالمی طاقتوں کی آنکھ کا تارا ہے اور اس نے مسلسل ظلم وجبر کے ذریعہ اپنا علاقہ وسیع کرتے کرتے فلسطین کے اکثر علاقوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ اب فلسطین صرف ایک علامتی سی مملکت بنتا جارہا ہے، جس کے پاس محدود ترین علاقہ ہے اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اس محدود علاقہ میں بھی اہل فلسطین کا امن کے ساتھ رہنا ممکن نہیں رہا۔ خصوصاً غزہ کا علاقہ جہاں کے لوگوں نے حریت وسربلندی کے ساتھ جینے کا فیصلہ کررکھا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو عزت کی شہادت کو گلے لگانا ان کو عزیز ہے۔ ان کے لیے اسرائیل اور اس کے سرپرستوں کی طرف سے زندگی کے تمام راستے بند کیے جاچکے ہیں اور اگر دنیا کے مختلف ملکوں کے کچھ باہمت مسلمان اور کچھ انصاف پسند غیرمسلم عوام، انسانیت کی آواز بلند نہ کریں تو شاید حکمراں ان کے بارے میں رسمی باتیں کرنا بھی چھوڑ دیں اور عملی طور پر بہرحال یہی ہورہا

ہے کہ عالمی ضمیر کراہ رہا ہے؛ لیکن غزہ کے باشندوں کے لیے کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

دوسری طرف ہمارے وطن عزیز سمیت دنیا کے متعدد ممالک کی صورت حال ہے، جہاں اہل ایمان کا ناطقہ بند کرنے کی پالیسیاں تیزی سے نافذ ہوتی جارہی ہیں اور بڑی چالاکی سے جبر کا ایسا ماحول پیدا کیا جارہا ہے، جس میں کوئی اپنے حقوق کی آواز بلند کرنے کی ہمت ہی نہ کرے؛ بلکہ پوری منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ ایسی زیادتیاں کی جارہی ہیں کہ جن پر آواز نہ اٹھائیں تو ذلت کی انتہا ہوجائے اور اگر احتجاج کی آواز بلند کریں تو مجرم قرار دیے جائیں۔ یہ نکتہ ہر انصاف پسند کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ ہندوستان جیسے رواداری والے ملک کا ماحول ایسا بنایا جارہا ہے جہاں کسی بھی مظلوم کا اپنے حق کی آواز بلند کرنا جرم ہے، جس کی سزا اس کو گزشتہ ظلم سے زیادہ بھیانک انداز میں جھیلنی پڑتی ہے، مزید یہ کہ انصاف کے پیمانے بھی دو بنادیے گئے ہیں، جن کے استعمال میں مذہب اور سیاسی وابستگی کی بنیاد پر فیصلہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ صورت حال کسی بھی مہذب معاشرے کے لیے زوال کی بدترین صورت ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو ان کے دین وایمان کے معاملے میں سخت آزمائش کا سامنا ہے، جہاں تک ممکن ہو، ان کو شرکیہ اعمال وافعال میں مبتلا کرنے کی کوشش ہورہی ہے اور جہاں ایمان کی مضبوطی سامنے آئے دوسرے طریقوں سے پریشان کرنے کا سلسلہ جاری ہوتا ہے، اسی طرح اسلامی علامتوں کے استعمال یا قانون کے دائرے میں ہونے والے اسلامی کاموں میں بھی رکاوٹ ڈالی جاتی ہے، اسی کا ایک حصہ مدارس کے لیے کھڑے ہونے والے مسائل ہیں۔ کل ملاکر دین وایمان پر استقامت کا راستہ مشکل بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔

یہ ساری چیزیں بلاشبہ دوسروں کی منصوبہ بندی یا سازش کا نتیجہ ہی ہوسکتی ہیں؛ لیکن ہمارے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کے ٹکراؤ کا یہ سلسلہ تو روز اوّل سے جاری ہے؛ البتہ ان کو کامیابی ایسے دور میں ملتی ہے جب ہم دینی، ایمانی، اخلاقی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی ہر پہلو سے کمزور ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دیگر ضروری اقدامات کے ساتھ اولین ترجیح اپنی کمزوریاں دور کرنے کو دیں اور اس امت کی بہترین روایات کو عملی طور پر زندہ کریں۔

❊ ❊ ❊

ہمارے عقیدے

از: ڈاکٹر مولانا اشتیاق احمد قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

ہم اللہ کے بندے ہیں، اس کی ساری باتوں کے پابند ہیں، اللہ کی بعض باتوں کا تعلق جسم سے ہے، ان کو ''اعمال'' کہا جاتا ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور بعض باتوں کا تعلق ماننے سے ہے ان کو ''عقائد'' کہتے ہیں، جیسے توحید ورسالت اور آخرت کو ماننا۔ اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے پہلا ایمان (عقیدہ) ہے، اسے ''کلام'' بھی کہا جاتا ہے اور بقیہ چار ''اعمال'' ہیں۔ عقیدہ کی درستگی کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں اور نہ ہی دوزخ سے نجات ممکن ہے، جنت میں داخلہ کی شرط عقیدے کا درست ہونا ہے۔ ہمارے ''اہل السنۃ والجماعۃ'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم عقیدے اور عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے راستے پر ہیں ان کے قول وعمل کو حجت مانتے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ ہی ''فرقۂ ناجیہ'' ہے۔

ہر مسلمان کو سات چیزوں کا عقیدہ رکھنا واجب ہے:

(۱) اللہ ایک ہے۔

(۲) فرشتے نورانی مخلوق ہیں اور سپرد کیے ہوئے کاموں میں مصروف ہیں۔ مقرب فرشتے چار ہیں: جبرئیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل علیہم السلام۔

(۳) آسمانی کتابوں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید اور تقریباً (سو) صحیفوں کو اللہ تعالیٰ نے اتارا، قرآن مجید کے ذریعے سب کو منسوخ کردیا۔

(۴) آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک سارے نبیوں کو مانتے ہیں۔

(۵) آخرت یعنی اس دنیا کے بعد والی دنیا کو مانتے ہیں۔

(۶) تقدیر کو مانتے ہیں۔

(۷) مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو مانتے ہیں۔

ان میں سے کسی ایک کے نہ ماننے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔

توحید

اللہ تعالیٰ تنہا پاک و بے عیب ہستی ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی جسم نہیں، نہ شکل وصورت ہے، وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔صفاتِ کمالیہ یعنی حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام اور خلق وتکوین کو جامع ہے، وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا؛ مجوسی دو خدا کو مانتے ہیں ایک اچھائی کا اور دوسرا برائی کا؛ عیسائی تین خدا کو مانتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، مشرکین بے شمار خداؤں کا عقیدہ رکھتے ہیں، اسلام شرک کی ساری قسموں سے بری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں نہیں پائی جاتی، چاہے وہ فرشتہ ہو، یا نبی یا ولی، یا پیر یا امام ہو۔اللہ تعالیٰ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں، وہ نہ کسی چیز میں داخل ہے اور نہ اس میں کوئی چیز داخل ہوسکتی ہے۔وہ سب عیبوں سے پاک ہے۔

رسالت

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے اپنے خاص بندوں کو بھیجا ہے، معجزے، صحیفے اور کتابیں دی ہیں، اسی کو رسالت کہتے ہیں اور اُن خاص بندوں کو''رسول''۔حضرت آدم علیہ السلام پہلے اور محمد ﷺ آخری اور افضل نبی ہیں، قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ختم نبوت کا عقیدہ تقریباً سو آیتوں اور دو سو احادیث وآثار سے ثابت ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام کی صحیح تعداد معلوم نہیں، قرآن پاک میں پچیس نبیوں کا ذکر ہے۔موجودہ صحیفے، تورات، زبور اور انجیل اصلی نہیں، محرف ہیں، ان پر عمل جائز نہیں۔نبیوں پر جو پیغام نازل ہوتا ہے اس کو وحی کہتے ہیں۔ نبی کا خواب، کشف اور الہام (دل میں بات ڈالنا) سب وحی کا درجہ رکھتے ہیں، یہ سب حجت ہیں، الہام غیر نبی کو بھی ہوتا ہے، اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو معتبر اور مخالف ہے تو شیطانی خیال اور وسوسہ ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں۔انبیائے کرام علیہم السلام نے مکمل دین پہنچادیا، نبی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔قیامت تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی واجب اور ذریعۂ نجات ہے۔

نبی کی سچائی کو بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہے اُسے''مُعجزہ'' کہا جاتا ہے، جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔تھوڑے سے پانی سے لشکر کو سیراب کرنا۔تھوڑا کھانا بہت سوں کے لیے کافی ہونا۔اگر کوئی خلافِ عادت چیز نیک بندوں کی

عزت افزائی کے لیے اُن کے ہاتھوں ظاہر ہوتو اسے ''کرامت'' کہتے ہیں اور فاسق فاجر کے ہاتھوں ظاہر ہوتو اُسے ''استدراج'' کہتے ہیں اور نبی کے آنے سے پہلے خلاف عادت جو چیزیں ظاہر ہوئیں انھیں ''اِرہاص'' کہتے ہیں، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے ''ابرہہ'' کی فوج پر کنکر کی بارش۔ انبیائے کرام معصوم ہیں ان سے جان بوجھ کر چھوٹا یا بڑا کوئی گناہ نہیں ہوا۔ جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں؛ اسی طرح حضور کی امت سب سے افضل اور قرآن مجید سب سے آخری اور پچھلی کتابوں اور صحیفوں کے لیے ناسخ ہے۔ لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق قرآن مجید میں تیس پارے اور ان میں چھ ہزار دو سو چھتیس آیتیں ہیں، یہ مکمل قرآن ہے، ناقص نہیں، یہ اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے، لکھاوٹ، کاغذ اور جلد وغیرہ مخلوق ہیں، کلام نہیں، اللہ کی صفت (کلام) مخلوق نہیں ہے۔

معراج

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جگنے ہونے کی حالت میں جسم کے ساتھ براق پر سوار کرکے حضرت جبرئیل علیہ السلام مکہ سے بیت المقدس لے گئے، پھر وہاں سے آسمان پر لے گئے، پھر جہاں تک اللہ نے چاہا گئے، اس رات جنت وجہنم کی سیر کی، پانچ نمازیں تحفے میں ملیں۔

صحابۂ کرامؓ

جس نے ایمان لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور ایمان پر باقی رہے اور ایمان ہی کی حالت میں انتقال ہوا وہ صحابی ہیں، تمام صحابہ نجومِ ہدایت ہیں، ان سے محبت دین وایمان اور ان سے بغض کفر ونفاق ہے، ان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ان کے اختلافات میں حق وباطل کا تقابل نہیں؛ بلکہ خطا وصواب (چوک اور درستگی) کا ہے، ان کے اختلافات اور مشاجرات کو اُچھالنا بددینی اور گمراہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ، پھر حضرت عثمان غنیؓ، پھر حضرت علیؓ ہیں۔ خلافتِ راشدہ کی ترتیب بھی یہی ہے۔ یہی برحق ہے۔

صحابۂ کرامؓ معصوم تو نہیں؛ لیکن محفوظ ہیں کہ ان سے اگر گناہ سرزد ہوا تو انھوں نے توبہ ضرور کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کردیا، ''اہلِ بیت'' سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات، حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں۔ یہ ان سب کا خاص لقب ہے۔

حق پر ہونے کی پہچان صحابۂ کرامؓ کے نقشِ قدم پر ہونا ہے، جو فرقہ صحابہ سے جتنا قریب ہے وہ

حق سے اتنا ہی قریب ہے اور جو جتنا دور ہے وہ حق سے اتنا ہی دور ہے۔

تقلید

منصوص اور اجماعی مسائل میں تقلید نہیں کی جاتی، متعارض مسائل میں اور اُن احکام میں جن میں معلوم نہ ہو کہ پہلے کون ہے اور بعد میں کون؟ تو تقلید کی جاتی ہے، اسی طرح غیر منصوص اور نئے مسائل میں تقلید کی جاتی ہے۔ ان میں تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں، خلاصہ یہ کہ

دینی مسائل میں غیر مجتہد کو مجتہد کی پیروی کرنا ''تقلید'' کہلاتا ہے، گویا نااہل، اہل کے واسطے سے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل کرتا ہے، قرآن وسنت کے اصول وضوابط کی روشنی میں عملی احکام ومسائل کو نکالنا استنباط واجتہاد کہلاتا ہے، دلائل تین ہیں: قرآن، سنت اور اجماعِ امت، قیاس ذریعۂ استنباط ہے، اصل نہیں۔ مجتہد قانون داں ہوتا ہے قانون ساز نہیں، مسائل کو واضح کرتا ہے، وضع نہیں کرتا، چوتھی صدی ہجری کے بعد چاروں اماموں (امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبلؒ) میں سے کسی ایک کی تقلید پر اجماع منعقد ہوگیا ہے۔ ''اجماع'' کا مطلب امت کے تمام مجتہد اہلِ علم کا کسی دینی بات پر متفق ہوجانا ہے؛ اس لیے اجماع کی مخالفت جائز نہیں۔

اہلِ تشیع

شیعہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' میں سے نہیں ہیں، یہ الگ ایک جماعت ہے، ان کی بنیاد ''مسئلۂ امامت وولایت'' پر ہے، حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کرتے ہیں، شیخین (ابوبکر وعمرؓ) کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر خارجِ اسلام ہیں۔

اہلِ قبلہ

''اہل قبلہ'' شرعی اصطلاح ہے، یعنی وہ لوگ جو دین کی ضروری ساری باتوں کو مانتے ہوں اور ان کے اندر کفریہ عقیدہ نہ پایا جاتا ہو، اگر کسی کے اندر کفریہ عقیدہ پایا جائے تو وہ خارجِ اسلام ہوگا، اس سے شادی بیاہ جائز نہ ہوگا، اس کا ذبیحہ بھی حلال نہ ہوگا، مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہیے! جیسے قادیانی، شکیلی وغیرہ۔

اہلِ کتاب

آسمانی کتاب اور صحیفے والوں کو اہلِ کتاب کہتے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کو اہل کتاب کہا جاتا ہے، سکھ اور ہندو وغیرہ اہلِ کتاب نہیں ہیں۔ اہلِ کتاب اصطلاح ہے؛ اس لیے مسلمانوں کو اہلِ کتاب کہنا درست نہیں۔

قرآن پاک کے علاوہ اب کوئی کتاب یا صحیفہ موجود نہیں، تورات، زبور، انجیل اور صحیفوں کے جو ترجمے ملتے ہیں، وہ اصل نہیں، ضائع ہونے کے بعد لوگوں کے لکھے ہوے ہیں۔ پھر بھی جو لوگ اپنے کو ان کا ماننے والا کہتے ہیں، وہ اہلِ کتاب ہیں، مثلاً یہود ونصاریٰ؛ لیکن ان میں وہ جو محض گنتی میں ان کے ساتھ ہیں، ان کے دین پر قائم نہیں، وہ دہریہ ہیں، ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور احتیاط سب سے بچنے میں ہی ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔

گمراہ فرقے

شیعہ، قادیانی، شکیلی (سید محمد بن یوسف جون پوری کا) فرقۂ مہدویہ، آغاخانی، بوہرہ، چکڑالوی وغیرہ۔

ہندومت

''ہندومت'' زندگی بسر کرنے کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں عقائد واعمال میں آزادی اور اعمال میں مقامی وملکی رسم ورواج کی پابندی پائی جاتی ہے۔ ان کے عقائد میں تناسُخ (بار بار پیدا ہونا) حلول (خدا کا ہر چیز میں سرایت کرنا) اسی لیے ہندو مورتی پوجا کے قائل بھی ہیں، ہر کام کا الگ الگ خدا انھوں نے بنا رکھا ہے۔ ہندوؤں کے روحانی پیشاوؤں کی تاریخ محفوظ نہیں؛ اُن میں سے کسی کے بارے میں نبی ہونے کا اعتقاد رکھنا غلط اور بے دلیل بات ہے؛ اس لیے سکوت بہتر ہے۔

سکھ مت

''سکھ مت'' کی بنیاد گرونانک نے، سولہویں صدی عیسوی میں رکھی، انکے مذہبی تیوہار: شعائر، مقامات اور شخصیات دوسرے مذاہب سے الگ ہیں۔ سکھ مت کے اصول وضوابط بعد میں ان کے ماننے والوں نے مرتب کیے ہیں، گرونانک کو مسلمان کہنا اور سکھوں کی تعلیمات کو اسلامی کہنا بے دلیل بات ہے۔ اُن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

علاماتِ قیامت

قیامت کے قریب بہت سی علامتیں ظاہر ہوں گی ان میں سے خلیفۂ راشد حضرت مہدیؒ کا آنا اور عراق اور شام کے درمیان دجال کا نکلنا ہے، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا امت محمدیہ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آسمان سے اترنا ہے؛ اس لیے کہ انھیں یہودیوں نے قتل نہیں کیا، وہ آسمان پر اٹھالیے گئے، یاجوج وماجوج کا نکلنا، دابۃ الارض کا نکلنا، سورج کا مغرب سے نکلنا وغیرہ مشہور ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حضرت مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، یہ حضرت فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں گے، مدینہ میں پیدا ہوں گے، مسجد حرام میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بیعت لیں گے، اسی زمانے میں یہودیوں میں سے دجال آئے گا، پھر فجر کی اذان کے بعد نماز سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے سفید منارے پر اتریں گے، دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے، پیلے رنگ کی دو چادر پہنے ہوں گے، حضرت مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے، ''باب لُدّ'' کے قریب رفیق نامی پہاڑی پر دجال کو قتل کریں گے، کل سات سال یا نو سال حضرت مہدی کی حکومت ہوگی، پھر بیت المقدس میں ان کا انتقال ہوگا اور وہیں تدفین ہوگی۔ سید محمد بن یوسف جون پوری اور وہ لوگ جنھوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، ہرگز مہدی نہیں ہیں۔ یاجوج وماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی نسل میں سے ایک خونخوار قوم ہے، دجال کی ہلاکت کے بعد پوری دنیا ان کی شرانگیزیوں سے تنگ آجائے گی پھر اللہ کے عذاب سے یہ ہلاک ہوجائیں گے، پھر دنیا میں امن وسکون ہوگا۔

آخرت

اس دنیا کے بعد ایک دنیا ہے، جہاں فرماں برداروں کو ہمیشہ جنت میں اور نافرمانوں کو دوزخ میں رہنا ہے، جنت اور دوزخ دونوں موجود ہیں، دونوں کے درمیان ایک جگہ ہے جسے ''اعراف'' کہتے ہیں، اعراف ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، وہاں رہنے والوں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

آدمی مرنے کے بعد ''برزخ'' میں رہتا ہے، یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے، قبر میں رہنے سے مراد اسی عالم میں رہنا ہے، اس میں فرماں بردار کو آرام اور نافرمانوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ روح کو جسم سے ایک گونہ تعلق رہتا ہے، اسی کو ''حیاتِ برزخی'' کہتے ہیں، قبر (برزخ) میں جانے کے بعد فرشتے ''رب اور دین'' کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دکھا کر ایمان کے بارے میں پوچھتے ہیں، ان فرشتوں کی جماعت کو ''مُنکر نکیر'' کہتے ہیں۔

ساری دنیا کو ختم کرنے کے لیے صور (نرسنگا میں) پھونکا جائے گا، پھر چالیس سال کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا پھر سب زندہ ہوکر میدانِ محشر کی طرف جائیں گے۔

میدانِ محشر ملک ''شام'' کی برابر زمین پر قائم ہوگا یہی قیامت ہے، ایک سو بیس صفیں لگیں گی، اسّی صف امت محمدیہ کی ہوگی، چالیس صفوں میں دوسرے نبیوں کی امتیں ہوں گی، ہر نبی کے لیے

حوض ہوگا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''حوضِ کوثر'' ہوگا،صحابہ اس سے مؤمنین کو پانی پلائیں گے۔

میدانِ محشر کے گرد جہنم ہوگا، نامۂ اعمال فرماں برداروں کو داہنے ہاتھ میں اور نافرمانوں کو بائیں ہاتھوں میں دیا جائے گا،اعمال تولے جانے کے لیے ترازو ہوگی،حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حساب وکتاب کے لیے اللہ سے سفارش کریں گے جب سارے انبیاء انکار کردیں گے اِسے ''شفاعت کبریٰ'' کہتے ہیں اور گنہگار امتیوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے یہ ''شفاعت صغریٰ'' ہوگی اور دوسرے نیک لوگ اور اللہ مقرب بندے دوسرے صالحین بہت سے گنہگاروں کے لیے سفارش کریں گے۔معتزلہ،خوارج اور بدعتیوں کو نہ تو حوض کوثر سے پانی ملے گا اور نہ سفارش نصیب ہوگی۔میدانِ محشر سے جنت تک جانے کے لیے جہنم کے اوپر ''پل صراط'' بنے گا؛فرماں برداروں کے لیے کشادہ راستہ ہوگا،اعمال کے اعتبار سے تیز اور آہستہ اس کو پار کریں گے، نافرمانوں کے لیے انتہائی دشوار اور تنگ راستہ ہوگا،اس پر سے وہ جہنم میں گرجائیں گے۔

گنہگار مسلمان کو سزا پانے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر سارے جنتی ہمیشہ جنت میں اور سارے جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔اور جنت اور جہنم کے درمیان ''اعراف'' ہے،اس میں وہ لوگ رہیں گے جو اپنے اعمال کے لحاظ سے نہ جہنم میں جانے کے مستحق ہیں اور نہ جنت میں جانے کے لائق؛ بالآخر ان سب کو جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

جنت بہت آرام وراحت کی جگہ ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور جہنم سخت تکلیف وعذاب کی جگہ جہاں کافروں کو ہمیشہ رہنا ہوگا؛ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت عطا فرمائیں اور جہنم سے بچالیں!

❋ ❋ ❋

قرآن کی اہمیت وعظمت

مرتب: مولانا محمد اسعد قاسمی
خادم مدرسہ جمال القرآن جھرہ آصف نگر حیدرآباد

انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت حق پر مامور ہوتے ہیں، ان کو اثباتِ دعوی کے لیے اور امت کو مائل وقائل کرنے کے لیے بطور حجت معجزات عطا کیے جاتے ہیں، پھر ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کیے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ان کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات عطا ہوئے، اور عیسی علیہ السلام کا زمانہ طب و حکمت کا زمانہ تھا تو ان کو اکمہ (مادرزاد نابینا) کو بینا کرنے اور ابرص (کوڑھی) کو چنگا کرنے کے معجزات دیے گئے، اور ساتھ ہی اللہ کی کتابیں (تورات وانجیل) بھی دی گئیں، جو دعوت پر مشتمل تھیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں، کلام نہیں تھیں؛ چنانچہ ان میں تحریف وتبدیلی ممکن ہوئی۔

پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آیا تو آپ کو معجزہ کے طور پر قرآن کریم عطا ہوا؛ کیونکہ عربوں میں فصاحت وبلاغت کا زور تھا۔ (تحفۃ القاری ج۹ ص۴۲)

اور کفار مکہ کو قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک تھا، جس کی وجہ سے قرآن کو شاعروں کا کلام کہتے تھے اور آپ علیہ السلام کو مجنون کہتے تھے یا یوں کہتے تھے کہ آپ نے کچھ لوگوں سے سیکھا ہے (مثلا یہود سے یا ان کے بعض دوست، مثلاً ابوفکیہہ یسار، عداس اور جبر وغیرہ سے پچھلے انبیائے کرامؑ کے واقعات سیکھ لیے ہیں، اور وہی واقعات لکھوا کر (معاذ اللہ) یہ قرآن بنالیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النحل آیت 103 میں اس کی تفصیل موجود ہے) اور سیکھ کر خود سے گڑھ لیا ہے۔

جس کو قرآن نے یوں کہا کہ:

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا (سورة الفرقان ٤)

اور کافروں نے کہا یہ تو بس خود اسی کا گڑھا ہوا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے، دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سرتا سر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اس کا جواب قرآن نے شروع ہی میں چیلنج کی شکل میں دیا کہ اگر تم کو اس پر کچھ کلام ہے تو اس جیسی دس سورتیں یا اس کی سورتوں کے مثل ایک سورت بنالاؤ اگر تنہا تم سے یہ کام نہ ہو سکے تو اپنے مددگاروں کو بھی شامل کرلو سب مل کر کوشش کرلو۔

چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے: قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا. (بنی اسرائیل:۸۸) یعنی اگر تمام جنات اور انسان جمع ہوکر اور ہر ایک دوسرے کی مدد کرکے یہ چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنائیں تو بھی ان کے امکان میں نہیں۔

اور سورۂ قصص میں ہے: (فَأْتُوا بِكِتَبٍ مِنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ اهْدَى مِنْهُمَا اتَّبِعْهُ إِنْ كُنتُمْ صَدِقِينَ) (۴۹) یعنی اگر تم سچے ہو تو ان دونوں سے (یعنی تورات وقرآن سے) زیادہ ہدایت والی کوئی اور خدائی کتاب لاؤ تو میں بھی اس کی تابعداری کروں گا۔

سورۂ ھود میں ہے: أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (۱۸)۔

یعنی کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو خود اس پیغمبر نے گھڑ لیا، تم کہو کہ اگر تم سچے ہو تو تم سب مل کر اور اللہ کے سوا جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا کر اس جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔

سورۂ یونس میں ہے: أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ صَدِقِينَ. (۳۷-۳۸) کیا یہ لوگ اسے خود ساختہ بتاتے ہیں ان سے کہو کہ اللہ کے سوا ہر شخص کو بلا کر اس قرآن کی سیکڑوں سورتوں میں سے ایک چھوٹی سی سورت جیسی کوئی سورت تو بنالاؤ؛ تاکہ تمہارا سچ ظاہر ہو۔

یہ تمام آیتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور مدینہ میں بھی اس کا اعادہ کیا گیا ہے اور عام اعلان کیا گیا اور بار بار کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا کہ یہ فصاحت وبلاغت کے امام ہونے کے باوجود اس پر قادر نہیں۔ حقیقت میں عاجز ہی تھے جس کی وجہ سے ایک چھوٹی سی سورت پیش کرنے سے عاجز تھے چہ جائے کہ قرآن کے مثل یا دس سورتیں پیش کرتے۔

دعوت وحجت

دعوت اور حجت دوالگ الگ چیزیں ہیں، اور قرآن کریم میں دعوت وحجت دونوں جمع ہیں، وہ معنی کے لحاظ سے دعوت ہے، اور بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے حجت ہے، یعنی اس کی حجیت اس کی ذات میں چھپی ہوئی ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، وہ نبی کریم ﷺ کا زندہ جاوید (ہمیشہ ہمیش کے لیے) معجزہ ہے۔ (تحفۃ القاری ج۹ص۴۲)

قرآن کی عظمت

قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ ہرقسم کے تغیر وتبدل سے پاک ہے اور ایک عظیم معجزہ ہے، سابقہ تمام کتب کو منسوخ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے اور تمام پچھلی کتب کو اپنے اندر جمع کیے ہوئے ہے۔ اور یہ ایسا کلام ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے؛ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. (الحجر:9)۔

قرآن تمام انسانوں کے لیے قیامت تک سرچشمۂ ہدایت ہے جس کو قرآن نے ''ھدی للناس'' کہا ہے۔

اوراس میں تمام انسانی ضرورتوں کا احاطہ ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''تبیانًا لکل شئی''۔

اور ہر روح کے بیمار کے لیے شفا ہے؛ چنانچہ سورہ یونس میں ہے: يا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ. (یونس:57)

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی جو سینوں کے لیے سراسر شفاء اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّه كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَيءٍ أنجٰى مِنْ عَذَاب اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوْاوَلا الجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ وَلَا أن يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ. (رواه البيهقى فى الدعوات الكبير)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر چیز کو صاف کرنے کے لیے ایک پالش ہوتی ہے۔ دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر عذاب سے نجات دلوانے والی کوئی چیز نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ

کے راستے میں جہاد بھی؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! چاہے کوئی تلوار کے ساتھ لڑے اور اس کی گردن تن سے جدا ہو جائے۔

اس سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ قرآن شفا ہونے کے ساتھ ساتھ رحمت بھی ہے۔

قرآن کریم کا موضوع

دنیا کی ہر کتاب کا کوئی نہ کوئی موضوع ضرور ہوتا ہے۔کوئی کتاب معاشیات کی کتاب کہلاتی ہے،کوئی سائنس کی،کوئی طب کی،کوئی تاریخ یا جغرافیہ کی۔اس عام بات سے قرآن مجید جیسی اہم ترین کتاب کیوں کر مستثنیٰ ہو سکتی ہے۔لہٰذا بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا موضوع کیا ہے؟ یہ کس موضوع کی کتاب ہے؟ کیا آپ قرآن کو فلسفے کی کتاب قرار دیتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔اگر چہ اس کتاب میں فلسفے کے بہت سے مسائل زیر بحث آئے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود یہ فلسفے کی کتاب نہیں ہے۔کیا پھر قرآن پاک معاشیات کی کتاب ہے؟ اس میں بہت سے بنیادی معاشی مسائل کا حل بتایا گیا ہے، دولت کی تقسیم کیوں کر ہو، دولت کمائی کیسے کی جائے، تقسیم دولت کے بارے میں ریاست کی ذمے داریاں کیا ہیں؟ ان مباحث کے باوجود ماہرینِ معاشیات کی نظر میں قرآن پاک بہرحال معاشیات کی کتاب نہیں ہے۔کم از کم اس انداز کی معاشیات کی کتاب نہیں ہے جس انداز کی معاشیات کی کتابیں عام طور پر ہوتی ہیں۔اسی طرح یہ قانون کی کتاب بھی نہیں ہے، نہ قانون کا کوئی طالب علم فنی مفہوم میں اس کو قانون کی کتاب قرار دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس میں نہ قانونی اصطلاحات ہیں اور نہ قانون وفقہ کی فنی زبان اس میں استعمال کی گئی ہے۔اگر چہ اس میں قانون کے بہت سے مسائل حل کیے گئے ہیں۔درحقیقت غور کیا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ قرآن پاک ان علوم وفنون میں سے فنی طور پر کسی خاص علم کی کتاب نہیں ہے۔اس کو نہ ہم قانون کی کتاب کہہ سکتے ہیں، نہ معاشیات کی، نہ فلسفے کی نہ تاریخ کی اور نہ نفسیات کی۔اگر چہ ان تمام علوم کے بنیادی مسائل کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ہاں اس کو ہم کتابِ ہدایت کہہ سکتے ہیں جو ان موضوعات پر پائی جانے والی ساری کتابوں کے لیے رہ نما اور کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔

مندرجہ بالا اور دیگر بہت سے موضوعات پر لکھی جانے والی ہر وہ کتاب جو اس کتاب ہدایت کے مطابق ہے وہ سچی کتاب ہے اور ہر وہ کتاب جو قرآن پاک سے متعارض ہے وہ جھوٹی کتاب ہے؛ لیکن یہ سوال پھر بھی برقرار رہتا ہے کہ اس کتابِ ہدایت کا اپنا موضوع کیا ہے۔اس سوال کا

جواب معلوم کرنے کے لیے جب ہم قرآن مجید پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا اپنا موضوع ہے اس دنیاوی زندگی میں انسان کا کردار اور انسان کی آخری اور اُخروی منزل مقصود یہ چیز قرآن پاک کا بنیادی مضمون ہے۔یعنی اس بات کی وضاحت وتشریح کہ اس زندگی میں انسان کی ذمہ داری اور بالآخر اس کی وہ منزل مقصود جہاں اس کو جانا ہے وہ کیا ہے؟ اور وہاں کیسے پہنچا جائے؟ قرآن پاک شروع سے لے کر آخر تک بالواسطہ یا بلا واسطہ اسی ایک موضوع سے بحث کرتا ہے کہ انسان کیا ہے؟ کہاں سے، کیوں اور کیسے آیا ہے؟ اور بالآخر اسے کہاں جانا ہے؟ اس کی ذمے داریاں کیا ہیں؟ اسے کیا کرنا چاہیے۔

ان تمام سوالات کے حل کے لیے قرآن انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے بحث کرتا ہے خواہ وہ عائلی زندگی ہو یا معاشرتی زندگی ہو یا معاشی زندگی ہو یا سیاسی یا معاملات یا تجارت کے مسائل ہوں۔تمام مذکورہ مسائل کے مبادیات قرآن میں موجود ہیں۔(قرآن مجید ایک تعارف ص25-26)

قرآن اور دیگر کتب میں فرق

دنیاوی کتب انسان کے ماضی سے بحث کرتی ہیں کہ انسان کی ابتداء کیسے ہوئی اور پہلے انسان کیا تھا؛ حالانکہ ماضی یعنی گزرے ہوئے زمانہ پر بحث کوئی فائدہ نہیں دیتی کیوں کہ ماضی پر انسان کو کسی بھی طرح قدرت حاصل نہیں ہے اور وہ اس پر بحث کرکے کوئی کامیابی بھی حاصل نہیں کرسکتا؛ جب کہ اس کے برعکس قرآن کا معاملہ ہے کہ وہ انسان کے مستقبل سے بحث کرتا ہے جو انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اس کو بنا سکتا ہے اور بگاڑ کرسکتا ہے یہی فرق ہے دنیاوی کتب اور قرآن میں اور اگر انسان مستقبل سے نظر ہٹا کر زندگی گزارتا ہے تو وہ خسارہ اٹھائے گا۔

قرآن کا لکھنا آسمان وزمین سے پہلے سے ہے

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَي عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَآنِ فِي دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطَانُ (رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث غريب) اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۴۷ حديث رقم:۲۸۸۲، والدارمی ۲/۵۴۲ حديث رقم ۳۳۸۸، واحمد فی المسند ۴/۲۷۴.

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل کتاب لکھی اس کتاب میں سے وہ دونوں آیتیں نازل فرمائیں جن پر سورۂ بقرہ ختم ہوتی ہے یعنی آمن الرسول سے آخری سورہ تک یہ آیتیں جس گھر میں تین رات تک پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ ترمذی، دارمی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت تک پیش آنے والے اعمال لوح محفوظ میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے لکھے گئے اور ان میں سے قرآن بھی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں وغیرہ کو پیدا کیا اور ان پر قرآن کی کتابت کو واضح کیا، زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اور دونوں آیات کو ان سے خاص کیا۔

لوگوں میں سے بہترین اشخاص قرآن سیکھنے اور سکھانے والے ہیں۔

۲۱۰۹: عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. اخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۷۴، حدیث رقم۵۰۲۷.

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، لہٰذا اس کا علم حاصل کرنا بھی دوسرے علوم سے افضل ہے اور اس کی تعلیم بھی دوسرے علوم پڑھانے سے افضل ہے۔

سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابوعبدالرحمٰن سلمی نے سیدنا عثمان بن عفانؓ کے زمانۂ خلافت سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانۂ امارت تک لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی وہ کہا کرتے تھے: یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس جگہ تعلیم قرآن کے لیے بٹھا رکھا ہے۔

آج بھی کتنے خوش قسمت بزرگ ایسے ملیں گے جنھوں نے تعلیم قرآن میں اپنی ساری عمر کھپا دی اور اسی حال میں وہ اللہ سے جا ملے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ جہاد اور تعلیم قرآن میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ تو انھوں نے قرآنی تعلیم کو ترجیح دی اور بطور دلیل یہی حدیث بیان فرمائی۔ (کما فی فتح الباری:9)

صرف سیکھنے سکھانے سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے، لہٰذا جس نے ایک آیت سیکھ لی وہ

اس شخص سے بہتر ہے جس نے یہ ایک آیت بھی نہیں سیکھی اور حدیث میں ایسے اشخاص کو اہل اللہ کہا گیا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ"، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: "هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ".

ترجمہ: حضرت انسؓ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے حق تعالی شانہ کے لیے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ قرآن شریف والے (کیوں) کہ وہ للہ کے اہل ہیں اور خواص۔ [السنن الكبرى للنسائي "كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ"... رقم الحديث: 7717 (7977)].

قارئین قرآن نبوت کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں

ایک اثر میں ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَكَأَنَّمَا اسْتُدْرِجَتِ النُّبُوَّةُ بَيْنَ جَنْبَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُوحَى إِلَيْهِ.

أخرجه ابن أبي شيبة في "مصنفه" (29953).

ترجمہ: جس نے قرآن کی تلاوت کی گویا کہ نبوت اس کے دو پہلوؤں میں داخل ہوگئی؛ لیکن فرق یہ ہے کہ اس کی طرف وحی نہیں کی گئی۔

قوموں کے عروج وزوال کا سبب

قرآن اللہ کا آخری کلام ہے، اور آخری پیغمبر پر نازل ہوا اس کے بعد نہ کوئی نبی آنے والے ہیں اور نہ کوئی کتاب لہٰذا یہ کتاب قیامت تک آنے والوں کے لیے نصیحت کی چیز ہے؛ چنانچہ ارشاد باری ہے: (وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ) (سورۃ القلم:۵۲)۔

اور جس نے نصیحت حاصل کرکے حلال وحرام کے درمیان تمیز کیا اور قرآن کو دستور حیات بنایا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گذاری تو وہ دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہوگا اور جس نے اس کتاب ہدایت سے اپنا رشتہ توڑا، جہالت میں زندگی بسر کی تو وہ دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔

جیسا کہ حدیث نبوی ہے: عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن اللهَ يَرفعُ بهذا الكِتابِ أقواماً ويَضَعُ به آخَرينَ. (صحيح)، (رواہ مسلم)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے''۔

یعنی جو لوگ اس قرآن کو سیکھتے ہیں، اس کی تلاوت کرتے اور پڑھتے ہیں، ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں بلندیاں عطا فرماتا ہے اور بعض کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرتا ہے۔ جو قرآن کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرکے اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے اور نواہی سے بچتا ہے، اس سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے، اس کے بیان کردہ اخلاق فاضلہ کے مطابق خود کو ڈھالتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں بلندیاں عطا کرتا ہے؛ کیوں کہ یہی قرآن اصل علم، علم کا سرچشمہ اور پورا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (يرفَعِ اللّٰـهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے ہیں، درجے بلند کردے گا اور آخرت میں اس کے ذریعے بہت ساری قوموں کو نعمتوں والی جنت میں بلندیاں عطا کریں گے۔ جہاں تک ان لوگوں کی بات ہے، جنھیں اللہ قرآن کے ذریعے ذلیل کرتا ہے، تو یہ وہ لوگ ہیں، جو اس کی تلاوت بہتر انداز میں کرتے ہیں؛ لیکن اس سے تکبر کرتے ہیں، اس کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق نہیں کرتے، اس کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں، اوامر پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ممنوعات سے بچتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔

اسی مضمون کو علامہ اقبال رحمہ اللہ نے فارسی میں کس قدر خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے:

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی!

کہ اے اُمت مسلمہ! تو قرآن کو ترک کرنے کے باعث ذلیل وخوار ہوئی ہے؛ لیکن تو گردشِ دوراں کا شکوہ کررہی ہے اور اپنے زوال کا سبب ''فلک کج رفتار'' کو قرار دے رہی ہے؛ حالانکہ فلک تو کسی قوم کی قسمت نہیں بدلتا۔ اپنی ذلت ورسوائی کے ذمہ دار تم خود ہو۔

اے چو شبنم بر زمیں افتندہ
در بغل داری کتابِ زندہ

اے وہ اُمت جو شبنم کی طرح زمین پر پامال پڑی ہوئی ہے اور لوگ تجھے اپنے پاؤں تلے روند

رہے ہیں' اگر اب بھی تم بلندی چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہارے بغل میں ایک زندہ کتاب (قرآن مجید) موجود ہے۔

قرآن پر عمل نجات کا سبب

حضرت حارث اعور سے روایت ہے کہ میں مسجد میں سے گزرا تو لوگ احادیث میں بحث کررہے تھے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں اس کے بارے میں بتایا انھوں نے فرمایا کیا انھوں نے واقعی ایسا کیا ہے میں نے کہا: جی ہاں! انھوں نے فرمایا: ''تو پھر سن لو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خبردار! عنقریب ایک فتنہ واقع ہوگا میں نے عرض کیا: حضور! صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس سے نجات پانے کا کیا راستہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کتاب اللہ جس میں امم سابقہ کے احوال ہیں اور ان باتوں کی بھی خبر دی گئی ہے جو تمہارے بعد واقع ہونے والی ہیں اور اس قرآن میں وہ احکام بھی مذکور ہیں جو تمہارے درمیان ہیں ایمان کفر اطاعت و گناہ حلال وحرام اور اسلام کے شرائع نیز آپس کے تمام معاملات وغیرہ کے بارے میں احکام بیان کیے گئے ہیں جو پوری انسانی برادری کے لیے ضروری ہیں اور وہ کتاب حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے وہ کوئی بیکار ولایعنی چیز نہیں ہے اور جس متکبر نے قرآن کو چھوڑ دیا اس کو اللہ تعالی ہلاک کر ڈالے گا اور جو شخص اس قرآن کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ہدایت و روشنی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردے گا، وہ قرآن اللہ کی مضبوط سیدھی رسی ہے قرآن ذکر حکیم ہے۔ قرآن بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے قرآن وہ سرچشمۂ ہدایت ہے جس کے اتباع کے نتیجہ میں خواہشاتِ انسانی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوتیں اور زبانیں التباس کا شکار نہیں ہوتیں، علماء اس سے سیر نہیں ہوتے اور مزاولت سے پرانا نہیں ہوتا اور نہ اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں، قرآن کریم وہ کلام ہے جس کو جنات نے سنا تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھے کہ ہم نے قرآن سنا جو ہدایت کی عجیب راہ دکھاتا ہے، لہٰذا ہم اس پر ایمان لائے جس شخص نے قرآن کے مطابق کہا: اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا اسے ثواب دیا جائے گا جس شخص نے قرآن کے مطابق فیصلہ وانصاف کیا اور جس نے اس کی طرف بلایا اس کو سیدھی راہ دکھائی گئی ہے۔ (رواہ الترمذی ۵/۱۵۸ حدیث رقم ۲۹۰۶۔ والدارمی والدارمی ۲/۵۲۶ حدیث رقم ۳۳۳۱۔ وقال الترمذی ہذا حدیث اسنادہ مجہول وفی الحارث مقال۔

قرآن کریم سے خالی دل ویران گھر کی طرح ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الَّذِی لَيْسَ فِی جَوْفِهِ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الخَرِبِ. (رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث صحيح).

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ نہ ہوتو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

چونکہ دل کی آبادی ایمان اور قراءۃ قرآن کے ساتھ ہے؛ کیونکہ ایمان باطن کو اعتقادات حق کے ساتھ مزین کرتا ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور وفکر کرنے کے پر ابھارتا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جوف سے یہاں دل مراد ہے۔ اس کو ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے تھی؛ تاکہ تشبیہ خراب گھر کے ساتھ مکمل ہو جائے۔ بے شک قرآن کا جوف میں جمع کرنا، گویا اس کو آباد کرنا اور اس کی قلت وکثرت کے لحاظ سے مزین کرنا ہے۔ جب اس سے خالی ہوگا، تو گویا تصدیق، اعتقاد حق، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں تفکر اور اس کی محبت وصفات سے خالی ہوگا جس کے بغیر چارہ نہیں، اس وقت یہ دل اُجڑے گھر کی طرح ہے، جو خوبصورتی اور تجمل سے خالی ہوتا ہے۔ اسی طرح جب قرآن سے گھر خالی ہو، تو اس پر خراب کا ظہور ہوگا۔

قرارت قرآن کی فضیلت دوسرے اعمال پر

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِی الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِی غَيْرِ الصَّلَاةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِی غَيْرِ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ. (البيهقی فی شعب الايمان)

اخرجه البيهقی فی شعب الايمان ٢/٤١٣ حديث رقم ٢٢٤٣.

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ قرآن کا پڑھنا تسبیح وتکبیر سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے۔

اس حدیث سے تلاوت قرآن کا تمام اذکار سے افضل ہونا ثابت ہورہا ہے؛ جب کہ نماز ایک

ایسی عبادت ہے جس کا جان بوجھ کر ترک کرنا گویا کفر کرنا ہے اور نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے اور بھی بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اسی طرح تسبیح وتہلیل وصدقہ اور روزہ کی فضیلتیں کئی احادیث میں مذکور ہیں۔ اور تمام عبادات اور نیکیوں کا مقصد اللہ کا ذکر ہی ہے۔ اس کے باوجود قرآن میں مشغول ہونے کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

کیونکہ یہ دوسری عبادتوں سے ممتاز ہے اور اللہ کا کلام بھی ہے اور اس میں اللہ کا حکم اور اس کے احکام بھی موجود ہیں اور اس میں تدبر کرنا انسان کو اوامر بجالانے اور نواہی سے بچنے کا باعث ہوتا ہے۔ اس مضمون کی تائید ایک حدیث قدسی سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ أَبِی سَعِیدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِی وَمَسْأَلَتِی أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِی السَّائِلِینَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ تَعَالَى عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلَى خَلْقِهِ. (اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۸۴ حديث رقم ۲۹۲۶).

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ بزرگ وبرتر فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کریم میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھتا ہے تو میں اس کو اس چیز سے بہتر عطا کرتا ہوں جو سوال کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں اور کلام اللہ کو دیگر تمام کلاموں کے مقابلہ میں وہی عظمت وبزرگی حاصل ہے جو اللہ رب العزت کو اس کی تمام مخلوقات پر برتری حاصل ہے۔

شیخ عارف ابوعبداللہ بن خفیف قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ شغل قرآن سے مراد اس کے واجبات کو قائم کرنا یعنی فرائض کو بجالانا اور محارم سے اجتناب کرنا ہے، جب آدمی اللہ تعالی کی اطاعت کرتا ہے، گویا کہ یہ اس کا ذکر ہے اگر چہ وہ صوم وصلاۃ بھی ادا کرے، اگر وہ اس کی نافرمانی کرے گا، وہ اس کو بھلادے گا، اگر چہ اس کی نمازیں اور روزے کثرت کے ساتھ ہوں۔

قرآن کی تلاوت بنا تدبر کے بھی مفید

کسی بھی کلام سے کما حقہ استفادہ کرنے کے لیے اس کا سمجھنا اور اس میں غور وفکر کرنا نہایت اہم ہوتا ہے اس کے بغیر نفع کا کمال حاصل نہیں ہوتا؛ لیکن قرآن ایسا کلام ہے جس کے الفاظ کی محض تلاوت بھی بندہ کو ترقی دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ

وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ امْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ أَلِفُ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ. (اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۷۵ حدیث رقم ۲۹۱۰).

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھے تو اس کے لیے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

اور قرآن میں ہے والحسنة بعشر امثالها: یعنی اس کو دس گنا بڑھایا جاتا ہے۔ یہ سب سے کم بڑھانا ہے، جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" (الانعام: ۱۶۰) "وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ" (البقرة: ۲۶۱) حرف کا اطلاق مطلق حروف تہجی اور معانی پر ہے۔ اور تمثیل کے لیے ایسے حروف کو منتخب فرمایا جس کے معانی یا مراد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بنا تدبر کے بھی ثواب ہی ثواب ہے۔

اور جس نے قرآن سمجھ کر پڑھا اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے قرآن سمجھ کر پڑھا تو ہر حرف پر بیس نیکیاں ملیں گی۔

نصیحت قبول کرنا ایمانی صفت

اور مسلمان کو چاہیے کہ جب اس کے سامنے کوئی نصیحت کی جائے تو لا پروائی نہ برتے اور نہ ہی سنی ان سنی کرے؛ بلکہ غور سے سن کر اُس پر عمل کی کوشش کیا کرے۔ اس بنا پر سورۂ فرقان میں اللہ کے خاص منظورِ نظر بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا. (الفرقان: ۷۳)

ترجمہ: اور جب اُن کو اُن کے رب کی باتیں سمجھائی جائیں تو وہ اُن پر اندھے بہرے ہو کر نہ پڑیں۔ یعنی عباد الرحمٰن کی خاص صفت یہ ہے کہ جب اُن کو کوئی نصیحت کی جاتی ہے اور قرآنی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو وہ اندھوں اور بہروں کی طرح انھیں نظر انداز نہیں کرتے؛ بلکہ بغور سنتے ہیں، اور دل میں اُتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور سورۂ انفال میں سچے مومنوں کی علامت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (الانفال:۲) **یقیناً (کامل) ایمان والے لوگ وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آئے تو اُن کے دل کانپ جائیں اور جب اُن کے سامنے قرآنی آیات پڑھی جائیں تو اُن کا ایمان بڑھ جائے، اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔**

واقعہ یہ ہے کہ اگر آیت میں ذکر کردہ کیفیت کسی مؤمن کو نصیب ہو جائے، تو اُس کا ایمان کامل ہو جائے، اور وہ اچھائیوں کی طرف راغب اور برائیوں سے نفور ہو جائے؛ اس لیے ہر مسلمان کو یہ حالت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ (ایک جامع قرآنی وعظ، ص710)

اوپر ذکر کردہ فضائل و ہدایت نبوی کو سامنے رکھ کر ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری زندگی کا کوئی لمحہ قرآنی ہدایات سے خالی نہ ہو۔

❋ ❋ ❋

متنِ حدیث حل کرنے کے بنیادی اصول

از: مفتی محمد طارق محمود
مدرس ومعین مفتی جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

حدیث کی سند کا ثمرہ اور مطلوب اس کا متن ہوتا ہے۔ متن کی مراد سمجھنے میں ہمیں بسا اوقات دشواری پیش آتی ہے۔ یہاں اس کے اسباب اوران کے حل کے بارے میں اہلِ علم کا کلام پیش کیا جارہا ہے۔

۱- حدیث کا اسلوب بیان

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیادہ تر احادیث کی حیثیت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلسی ارشادات اورافادات ہیں یا آپ کے سامنے پیش ہونے والے سوالات کے جوابات ہیں یا کسی وقتی مسئلہ سے متعلق ہدایات اورتنبیہات ہیں؛ اس لیے اس موقع وماحول اور مخاطبین کے احوال وخصوصیات کو پیش نظر رکھ کر ان کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر احادیث کی اس حیثیت کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور مصنّفین کی لکھی ہوئی کتابوں کی طرح ان پر بھی غور کیا جائے تو طرح طرح کی الجھنیں اور شکوک پیدا ہوسکتے ہیں اور اگر یہ نکتہ ملحوظ رکھا جائے تو ان شاء اللہ کوئی الجھن اور کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوگا۔ (معارف الحدیث: ۱/۲۵) اس سے معلوم ہوا کہ ہر حدیث کو ایک مستقل ہدایت اور نصیحت کے طور پر دیکھنا چاہیے اوراس وقت کے خاص پس منظر کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۲- روایت حدیث کی دو اہم خصوصیات

روایت بالمعنی اور اختصار: حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ذلك هو الذى تشهد به احوال الصحابة والسلف الاولين وكثيرا ما كانوا ينقلون معنى واحدافى امر واحد بالفاظ مختلفة وماذلك الا لان معولهم كان على المعنى دون اللفظ.** (مقدمۃ ابن صلاح: ص۲۱۴) صحابہ اورسلف اولین کے احوال سے روایت بالمعنی کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے۔ اوران کا عام طریقہ یہ تھا کہ ایک واقعے کو مختلف الفاظ میں نقل کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ معنی محفوظ

رکھتے تھے نہ کہ لفظ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نقل بالمعنی بتغیر الفاظ شائع ذائع ہے۔ (تالیفات رشیدیہ: ص۷۲۳)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: روایت بالمعنی اور اختصار روایت میں تفقہ کی اشد ضرورت سمجھی گئی ہے، جس کا اقرار خود محدثین کو بھی ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام: ۵۵/۳) اختصار روایت میں بعض دفعہ ایسا تغیر ہو جاتا ہے کہ حدیث کا سیاق سباق کے معارض ہو جاتا ہے۔ (مثلا دیکھیے: مکتوبات شیخ الاسلام: ۵۳/۳ - ۵۵) یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الحدیث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحدیث یفسر بعضه بعضا.** (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۲۱۲/۲) حدیث کے طرق جب تک اکٹھے نہیں کرو گے اسے سمجھ نہیں سکو گے اور حدیث (کے طرق) ایک دوسرے کی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وکثیرا ما یکون القید مذکورا فی بعض الطرق، ویغفل عنه الناس ویقعون فی الاشکالات.** (فیض الباری: ۵۷/۶، باب ما یذکر فی الطاعون) بسا اوقات قید ایک طریق میں مذکور ہوتی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہوتے ہیں اور اشکالات میں پڑتے ہیں۔

اختصار روایت کی وجہ سے کبھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ ہر راوی روایت کا کچھ حصہ بیان کر دیتا ہے جو دوسرا بیان نہیں کرتا۔ یعنی **ذکر کل مالم یذکرہ الآخر.** حضرت کشمیری رحمہ اللہ اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں: **هذه قاعدة مهمة وکان من المهم ان یعتنی بها ارباب المصطلح ولکن اغفلوها وقدتعرض لهاالحافظ فی الفتح اکثر من موضع.** (معارف السنن: ۴۳۲/۶) یہ اہم قاعدہ ہے۔ ارباب مصطلح کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے تھا؛ لیکن انھوں نے اسے چھوڑ دیا۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ایک سے زائد جگہوں پر اس کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والاصل عدم التعدد مع اتحاد المخرج.** (فتح الباری: ۶۴۲/۹) حدیث کا مخرج ایک ہونے کی صورت میں اصل عدم تعدد ہے۔

۳- تعامل کو ملحوظ رکھنا

روزمرہ پیش آنے والے امور میں اصل قرونِ ثلاثہ کا عملی رواج ہے۔ یہاں تعامل چھوڑ کر اخبار آحاد پر اکتفا کر لینا درست نہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ولیس الطریق ان یبنی الدین علی کل لفظ جدید بدون النظر الی التعامل. ومن یفعل ذلک لا یثبت قدمه فی موضع ویخترع کل یوم مسئلة فان توسع الرواة معلوم واختلاف**

العبارات والتعبيرات غير خفي فاعلمه.... فلا بد ان يراعى مع الاسناد التعامل أيضا، فإن الشرع يدور على التعامل والتوارث. (فیض الباری: ۲/۲۳۷، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصّف) اور یہ طریقہ درست نہیں کہ ہر نئے لفظ پر حکم کی بنیاد رکھی جائے تعامل سے قطع نظر کر کے۔ جو ایسے کرے گا اس کا پاؤں کہیں جمے گا نہیں۔ وہ روزانہ نیا مسئلہ نکالے گا؛ کیونکہ رواۃ کا توسع معلوم ہے اور عبارات والفاظ کا اختلاف مخفی نہیں۔ پس اسے جان لو!.... پس سند کے ساتھ تعامل کی رعایت رکھنا ضروری ہے؛ کیونکہ شریعت کا دارومدار تعامل وتوارث پر ہے۔

۴-مجلس اول کے قرائن کا استحضار

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کسی مجلس میں کوئی کلام ہوتا ہے تو اس مجلس میں بعض قرائن ایسے ہوتے ہیں جن سے متکلم کی مراد بخوبی واضح ہوجاتی ہے، جیسے کلام کا سابق ولاحق، قرائن حال، الفاظ کا تقدم وتاخر، لب ولہجہ، آنکھ، سر یا ہاتھ کی حرکت۔ اگر چہ الفاظ میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ پھر جب وہ کلام تحریری یا زبانی نقل کیا جاتا ہے اوران قرائن میں سے بعض بالکل ختم ہوجاتے ہیں تو اس وقت اسی کلام سے متکلم کی مراد مخفی ہوجاتی ہے اور معنی غیر مراد متبادر ہوجاتے ہیں۔ اس طرح دوسری مجلس کے سامعین اس کلام کے وہ معنی متعین کرلیتے ہیں جو کہ متکلم کی مراد نہیں تھے؛ مگر مجلس اول کے حاضرین اوران حاضرین سے سننے والے مراد متکلم جانتے ہیں اور دوسرے متبادر معنی کو غلط سمجھتے ہیں۔ اور مجلس اول کے بھی وہ حاضرین جن کو ان قرائن سے ذہول ہوا ہے وہ معنی غیر مراد سمجھ جاتے ہیں۔ یہ قاعدہ نہایت کارآمد اور نہایت صحیح ہے۔ اوراحادیث میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ اوراس قاعدہ کے ذہول سے بہت اختلافات علماء میں پیدا ہوگئے ہیں۔ (تالیفات رشدیہ: ص۱۸۷ بہ تسہیل واختصار) للہ در الشیخ، ما ادق نظرہ، وما اسد فہمہ!! اوراب مجلس اول کے قرائن کے استحضار کی صورت یہی ہے کہ سب طرق اکٹھے کیے جائیں، مرفوعات کے ساتھ موقوفات ومقطوعات کو بھی ملایا جائے اور تعامل کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

۵-خبر واحد کو کتاب اللہ سے تطبیق دینا ضروری

دلائل کے مرتبے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔ بعض دفعہ خبر واحد کے ظاہری معنی قرآن مجید کے خلاف ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں خبر واحد کو کتاب اللہ سے تطبیق دی جاتی ہے یا اسے ترک کردیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں نسیان یا خطا کی) تاویل کرنے اور آیت سے دلیل لینے سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کو کتاب اللہ سے تطبیق دینا ضروری ہے ورنہ اس کے مقابلے میں اسے چھوڑ دیا جائے گا۔(دیکھیے: الکوکب الدری: ۱۷۸/۲)

۶-احتمال غیر ظاہر کا اعتبار نہیں

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ عمامہ کے شملہ کو بین الکتفین چھوڑتے تھے۔ایک طالب علم نے شملہ کو آگے سینہ پر ڈال کر کہا کہ بین الکتفین اس طرح بھی تو ہوسکتا ہے۔مولانا (محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ) نے فوراً اس کی پگڑی گھما کر اور شملہ بالکل ناک کے سامنے لٹکا کر فرمایا کہ بین الکتفین یوں بھی تو ہوسکتا ہے۔مطلب یہ کہ حدیث وقرآن میں ایسے احتمالات غیر ظاہرہ کا اعتبار نہیں۔(ملفوظات حکیم الامت:۲۴۲/۱۱)۔

۷-حدیث کا اصلی مدلول

حضرت مولانا محمد اشرف تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن وحدیث کا مدلول جو بے تکلف ماہر کے ذہن میں آئے وہ صحیح ہے۔اس کے بعد اپنے اہواء کی نصرت ہے۔(ملفوظات حکیم الامت: ۸۹/۲۳) اور فرمایا: صحبت (اولیاء اللہ کی) تو وہ چیز ہے کہ اس سے ذوق صحیح پیدا ہوکر قرآن وحدیث کا مدلول سمجھ میں آنے لگتا ہے۔(ملفوظات حکیم الامت: ۲۵۲/۴) اور ارشاد ہے: مفتی الٰہی بخش رحمہ اللہ حضرت سید (احمد شہید) صاحب رحمہ اللہ کے معتقد خاص تھے۔کسی کے سوال پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کے تعلق سے پہلے بھی قرآن وحدیث پڑھے ہوئے تھے۔اب بھی وہی قرآن وحدیث پڑھتے ہیں؛ مگر فرق یہ ہے کہ وہی قرآن وحدیث پہلے اور طرح کا نظر آتا تھا اب اور طرح کا نظر آتا ہے۔سو یہ چیز بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے؛ مگر افسوس اتنی بڑی چیز کو لوگ چھوڑے ہوئے ہیں اور صحبت اختیار نہیں کرتے۔بڑا ناز ہے علم پر کہ ہم عالم ہوگئے! یاد رکھو بدون اپنے کو مٹائے کچھ نہیں ہوتا! (ملفوظات حکیم الامت: ۳۵۶/۴) اور فرمایا: حقیقت میں علم وہ ہے جو تقوی سے بڑھتا ہے۔(خطبات حکیم الامت: ۲۲۱/۲) یعنی علم کی حقیقت قرآن وحدیث کی صحیح سمجھ ہے، نہ کہ معلومات یاد ہو جانا۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فليس العلم بكثرة الرواية ولا بكثرة المقال، ولكنه نور يُقْذَفُ في القلب يفهم به العبد الحق ويميز به بينه وبين الباطل، ويعبر عن ذلك بعبارات وجيزة محصلة للمقاصد.** (بیان فضل علم السلف: ص۵۸) تو علم کثرت

روایت سے نہیں آتا اور نہ زیادہ بولنے سے؛ لیکن وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے آدمی حق سمجھ لیتا ہے اور اس کے اور باطل میں فرق کرلیتا ہے اور اس کو مختصر الفاظ سے تعبیر کرلیتا ہے جو مقاصد ادا کرنے والے ہوں۔

۸- احادیث میں مذکور اعمال کی خاصیتوں کے معانی

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن وحدیث میں جو مختلف اعمال واحوال کی خاصیتیں مذکور ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں فی نفسہ یہ خاصیت ہے۔ باقی اگر کوئی معارض قوی ہوتو ظاہر ہے کہ اس معارض کا اثر غالب ہوجائے گا؛ غرض ان میں اثر ضرور ہے بشرطے کہ کوئی معارض قوی نہ ہو۔ یہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تحقیق ہے جو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھی۔ سبحان اللہ قرآن وحدیث پڑھے تو ایسے سے پڑھے۔ دیکھیے اس تحقیق سے ہزاروں؛ بلکہ لاکھوں نصوص جن میں مختلف اعمال واحوال کے فضائل مذکور ہیں حل ہوگئیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۹/۱۷۴، ۱۷۵)

۹- حدیث میں بعض چیزیں بطور مروت مذکور ہوتی ہیں

بعض اشیاء احادیث میں آتی ہیں؛ لیکن وہ مروت وحسنِ معاملہ کے طور پر ہوتی ہیں۔ ان سے کوئی عام فقہی حکم نہیں لینا چاہیے۔ (دیکھیے: فیض الباری: ۲/۷۸)

۱۰- مخاطب کی خصوصیت کے لحاظ سے ارشاد

بعض دفعہ مخاطب کی خصوصیت کے لحاظ سے جواب ہوتا ہے، جیسے مثلاً افضل عمل کے سوال کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔ ان کی وجہ مخاطب کی خصوصیت ہے۔ (دیکھیے: فتح الباری: ۲/۹)

* * *

اساتذۂ حدیث علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ

از: مولانا محمد معاذ لاہوری
خریج جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

جامع معقول ومنقول حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم بلیاوی نور اللہ ضریحہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے طبقۂ وسطی کے بے مثال اساتذہ میں تھے، ''علامہ'' کا لفظ دارالعلوم دیوبند کی چہار دیواری میں یا تو علامہ محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کے لیے استعمال ہوا یا آپ کے لیے، اسی طرح اساتذۂ دارالعلوم میں جامع معقول ومنقول کا لقب یا تو علامہ بلیاوی کے لیے مستعمل تھا یا استاذ الکل مولانا محمد رسول خان ہزاروی رحمہ اللہ کے لیے۔

علامہ بلیاوی تدریسی اعتبار سے درجۂ علیا کے مدرس تھے، مسلم شریف ایک محتاط اندازے کے مطابق قریباً ''پینتیس سال'' آپ کے زیر درس رہی، اسی طرح کتبِ حدیث میں آپ نے سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شرح معانی الآثار طحاوی، بعض سالوں میں مشکوٰۃ المصابیح، موطا امام مالک وموطا امام محمد اور سنن ابی داؤد پڑھائیں، مؤخر الذکر تین کتب ایک ایک مرتبہ جب کہ دیگر کتب متعدد سالوں میں آپ کے زیر درس رہیں۔جن کی تفصیل آپ کی سوانح تذکرۂ علامہ محمد ابراہیم بلیاوی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، یہ تمام تفصیل محافظ خانہ دارالعلوم دیوبند کے ریکارڈ سے ماخوذ ہے۔

علامہ بلیاوی کا سندی فیض سب سے زیادہ مسلم شریف کے ذریعہ عام ہوا، آپ کی یہ سند دارالعلوم دیوبند اور برصغیر کے دیگر مدارس میں بھی عام ہوئی؛ مگر افسوس کی بات ہے کہ آپ کے اساتذۂ حدیث کی تفصیلات عنقاء ہوگئیں۔

علامہ بلیاوی کی سند عموماً شیخ الہندؒ ہی کے توسط سے ذکر کی جاتی ہے، راقم نے جب اساتذۂ کرام کی اسناد قراء تاً مرتب کرنا شروع کیں تو آپ کی اسنادی تفصیل بالکل مفقود تھیں، علامہ کے اساتذہ کی تفصیل سب سے قبل مکرمی بریگیڈیئر قاری فیوض الرحمٰن جدون مدظلہ کی مشاہیر علماء، جلد اول (مطبوعہ فرنٹیر پبلشرز لاہور) سے مہیا ہوئیں، یہ معلومات ہفتوں کی کھپت کے بعد ملی تھیں، راقم نے نوٹس میں

اس پر خوشی کا اظہار بھی تحریر کیا تھا، خیر؛ مطالعہ بڑھتے بڑھتے کافی عرصہ بعد علامہ بلیاوی کی سوانح حیات ''تذکرہ علامہ محمد ابراہیم بلیاوی'' مرتبہ مولانا محمد عمران بگیانوی زیدمجدہ مہیا ہوئی، اس میں بھی برگیڈئیر صاحب والی ہی تفصیلات تھیں، اتنا اضافہ تھا کہ علامہ کے مشکوٰۃ شریف کے استاذ بھی اس میں مذکور تھے، اساتذہ کی تفصیلات یہ تھیں:

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: بخاری شریف، ترمذی شریف

مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی (برادر شیخ الہند): مسلم شریف، ابن ماجہ شریف

مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی: ابوداؤد شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف، موطا امام مالک وموطا امام محمد

مولانا محمد احمد نانوتوی: مشکوۃ شریف

علامہ بلیاوی کی اسناد ایک عرصہ تک انھی تفصیلات کی روشنی میں مرتب ہوتی رہیں، کام چونکہ رواج سے ہٹا ہوا تھا، اس لیے بعض کرم فرماؤں کی نوازشات بھی سننی پڑتیں، ایک صاحب تصنیف بزرگ سے ان کی مرتب کردہ کتاب کے حوالے سے عرض کیا گیا کہ حضور آپ کی کتاب اسناد میں ایک مقام رکھتی ہے؛ مگر اس میں اسناد اجازتی بنیاد پر درج ہیں، ازراہ کرم اس کی ترتیب نو فرمائیں اور قراءت کو ترجیح دیں۔

مثال میں راقم نے علامہ بلیاوی کی سند مسلم ہی کو ذکر کیا، تو ہمارے کرم فرما نے یہ جواب عنایت فرمایا کہ ہمارے اساتذہ نے یہی بتلایا ہے کہ علامہ بلیاوی نے مسلم شیخ الہند ہی سے پڑھی تھی، اساتذہ علامہ بلیاوی کے شاگرد تھے، علامہ بلیاوی کے تلامذہ کی بات کے آگے تمہاری بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی، ہمیں اپنے اساتذہ پر اعتماد ہے۔

راقم نے عرض بھی کیا کہ قبلہ یہ سند ذکر کرنے کا دیوبند والوں کا رواجی انداز ہے، اس سے قراءت متحقق نہیں کر سکتے، جب تک معلومات مکمل نہ ہوں۔ خیر موصوف کی خاموشی اور اکابر پر بداعتمادی کا تمغہ حاصل کرنے کے بعد بندہ مزید کچھ عرض کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ گزشتہ سال دارالعلوم دیوبند سے اسناد حدیث کو قراءتاً مرتب کیا گیا، جو ''**اساتذة دار العلوم و اسانیدهم فی الحدیث**'' کے نام سے طبع ہوا، اس میں علامہ بلیاوی کی سند مسلم قراءتاً درج تھی، مولانا موصوف نے کتاب کا حوصلہ افزا تعارف لکھا تو راقم کو کچھ عرض کرنے کی جرأت ہوئی، عرض کیا؛ مگر کوئی جواب نہ آیا۔

خیر کچھ عرصہ قبل راقم کو محبّ گرامی مولانا عبدالسلام قاسمی زیدمجدہ کی جانب سے ایک عنایت

نامہ ملا، عنایت نامہ کیا تھا مدتوں کی آرزو کی تکمیل تھی؛ یہ ایک بفوی ہزاروی بزرگ مولانا فضل ربی بفوی رحمہ اللہ کا رزلٹ کارڈ تھا، جو دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان کے موقع پر ان کو دیا گیا تھا، اس رزلٹ کارڈ میں کتاب کے نام اور نتیجہ کے سامنے مدرس کے خانے میں جس استاذ نے کتاب پڑھائی اس کے دستخط ثبت ہیں، راقم نے تحفہ قبول کیا، نتیجہ پر سال درج نہیں تھا، جستجو میں فہرست فضلاء کھنگالنے لگا تو علامہ بلیاوی کے نام سے دو نام بعد 1327 ہجری ہی میں موصوف کا نام ملا۔

اساتذہ کی ترتیب میں تھوڑا سا اختلاف تھا، اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں کتب بندی رائج تھی، کتب حدیث بھی طلبہ عموماً دو تین سالوں میں پڑھتے تھے، اس معمہ کا حل روداد دارالعلوم سے ہی ممکن تھا، روداد 1327 دیکھی تو کتابوں کا موازنہ کرتے ہوئے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ دونوں حضرات نے حدیث کی تمام کتب ایک ساتھ ہی پڑھی تھیں، ایک کتاب کا بھی فرق نہیں رہا۔

تسلی تو ہوگئی؛ مگر معاملہ ابھی بھی حل طلب تھا کہ علامہ بلیاوی کی سوانح میں مذکور ترتیب مصنف نے کہاں سے لی؟؟

ایک بزرگ کے ذریعہ مصنف علام سے رابطہ ہوا، انھوں نے کرم فرمائی کرتے ہوئے نہ صرف اپنا ماخذ بتایا؛ بلکہ اس کی تصاویر بھی عنایت فرمائیں، یہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے 1962 ایک شمارہ کا عکس تھا، جس میں مضمون نگار مولانا محمد نعیم رحمہ اللہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے علامہ کے حالات اس وقت انٹرویو کی صورت میں نقل کیے تھے۔

تخریج کا عمل مکمل ہوا تو اب معاملہ موازنے کا تھا، موازنے کو مصنف زید شرفہ کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے تائید کی، موازنہ یہ تھا:

مولانا نعیم صاحب نے اساتذہ کی جو تفصیلات درج کی ہیں ان میں موطا امام مالک، موطا امام محمد اور ابوداؤد کے اساتذہ کا اختلاف ہے؛ مولانا نعیم صاحب نے یہ تینوں کتب مفتی عزیز الرحمن سے پڑھنا لکھا ہے؛ جب کہ رزلٹ کارڈ میں ابوداؤد کے سامنے شیخ الہند اور موطا امام مالک و موطا امام محمد کے سامنے مدرس کے خانے میں مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی کے دستخط ہیں۔

ثمرۂ اختلاف یہ نکلا کہ اساتذہ کی تفصیلات میں پیرانہ سالی کی وجہ سے عموماً ردوبدل ہوجایا کرتا ہے؛ اس لیے کہ علامہ نے جس وقت یہ معلومات بتائیں، ان کی عمر 80 کے لگ بھگ تھی، اس عمر میں معمولی سہو کوئی عجیب چیز نہیں؛ جب کہ رزلٹ کارڈ حالیہ اور اسی لمحہ کا لکھا ہوا ہے۔

دارالعلوم میں کتبِ حدیث کو دیکھا جائے تو ابوداؤد ایک طویل عرصے شیخ الہند سے متعلق رہی

ہے، رہی موطا تو وہ بہت بعد میں (غالباً 1333 ہجری سے) مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے ساتھ مختص ہوئی۔

اب رزلٹ کارڈ کی روشنی میں علامہ محمد ابراہیم بلیاوی کے اساتذہ حدیث کی تفصیلات یہ ہوں گی:

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف

مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی (برادر شیخ الہند): مسلم شریف، ابن ماجہ شریف، موطا امام مالک و موطا امام محمد

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی: نسائی شریف، طحاوی شریف

مولانا محمد احمد نانوتوی: مشکوٰۃ شریف

فضلاء دارالعلوم کو چاہیے کہ اپنی اسناد میں جہاں جس کتاب میں علامہ بلیاوی کا نام آتا ہے اس کی بھی تحقیق کریں اور اس سے اوپر علامہ کے اساتذہ بھی درست طور پر درج کریں؛ تاکہ جس بزرگ کا حق ہے اس کی برکات ہمیں حاصل ہوں۔

❋ ❋ ❋

ربیع الآخر اور جُمادَی الآخرَۃ کا صحیح تلفظ

از: مولانا محمد جاوید
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی

ہجری سال کے چوتھے اور چھٹے مہینے ''ربیع الآخر''اور''جُمادَی الآخرَ ۃ'' کا صحیح اور فصیح تلفظ کیا ہے؟اوران میں سے کونسا تلفظ قواعد کے موافق ہے؟ ذیل میں اس حوالے سے تفصیلی بحث کر کے صحیح اور فصیح تلفظ کی نشاندہی کی گئی ہے، نیز اکابرکرام کی عبارات میں مذکورہ دو مہینے کے لیے جو تلفظ قواعد کے خلاف استعمال ہوا ہے اس کی بھی ممکنہ صحیح توجیہ کی گئی ہے۔

مذکورہ دومہینوں کے لیے عام محاورے میں جونام لکھے اور بولے جاتے ہیں،ان میں سے ان میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں:(۱) ربیع الآخر (۲) ربیع الثانی (۳) جمادی الآخرۃ (۴) جمادی الأخری (۵) جمادی الثانی(۶) جمادی الثانیہ.

اس سلسلے میں متعدد مستند کتبِ لغت دیکھنے اور عربی اُصول وقواعد کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد ہم جس نتیجہ تک پہنچے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ربیع الاول کے بعد والے مہینے کا صحیح اور فصیح نام ''ربیع الآخر'' ہے، ربیع الثانی نہیں۔ اور''جُمادیٰ'' والے دوسرے مہینے کا صحیح اور فصیح نام''جُمادَی الآخرَ ۃ'' ہے۔اورلفظِ جُمادیٰ کی جیم پرضمہ، دال پرفتحہ اورآخرمیں الف مقصورہ ہے۔اورلفظِ''الآخرۃ'' کی خاپرکسرہ ہے۔

تاہم چونکہ یہ فرق اصطلاحی اورفنی اعتبار سے ہے،اس پر کسی فقہی حکم کا مدار نہیں؛اس لیے عرف اورتعامل کی بنیاد پر''ربیع الثانی''یا''جمادی الأخریٰ''الفاظ استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

ذیل میں مذکورہ بالا اجمال کی تفصیل اوراس کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

﴿۱﴾-صحیح اور فصیح نام''ربیع الآخر، جمادی الآخرۃ'' ہے نہ کہ''ربیع الثانی اور جمادی الأخریٰ''

﴿الف﴾-معتبر کُتُبِ لغت میں ان دومہینوں کے لیے جونام درج ہے، وہ''ربیع الآخراور جمادی الآخرۃ'' ہے۔

﴿ب﴾-عربی اصول وقواعد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ''جمادیٰ الآخرۃ'' ہونا چاہیے نہ کہ ''جمادی الأخریٰ''؛ کیوں کہ ''جمادی الآخرۃ'' میں لفظ ''آخرۃ'' یہ ضد اور مقابل ہے لفظ ''اولی'' کی، جس طرح کہ اس سے پہلے دو مہینے ''ربیع الأول'' اور ''ربیع الآخر'' میں ''اول وآخر'' ایک دوسرے کی مقابل اور ضد ہیں؛ اسی طرح یہاں ''جمادی الاولی'' اور ''جمادی الآخرۃ'' میں ''اولیٰ وآخرۃ'' باہم متضاد ومتقابل ہیں۔ اور ''اول'' کی تانیث ''اولیٰ'' آتی ہے؛ کیونکہ اسم تفضیل واحد مؤنث کا وزن ''فُعلیٰ'' ہے۔

تاج العروس شرح قاموس (۵۱۹/۷) میں ہے:

جُمَادَى، كحُبَارى: مِنْ أَسْمَاءِ الشُّهُور العَرَبِيَّة. وهما جُمَادَيَان. فُعَالى من الجَمْد، مَعْرِفَةٌ؛ لكَونهَا علَماً على الشَّهْر. مُؤنَّثَة - سُمِّيَتْ بذالك لجمُودِ الماءِ فِيهَا عِنْد تسمِيةِ الشُّهُورِ. قَالَ الفرَّاءُ: الشُّهُور كلّها مُذَكّرة إِلّا جُمادَيَينِ فإِنّهما مُؤنّثان.

غلط الضعفاء من الفقهاء (ص) لابن بَرّی المقدسی المصری (ت:۵۸۲ھ)

"يقولون: (جُمَادى الأَوَّلِ) و (جُمادَى الآخِرِ). والمشهورُ: جُمادَى الأُولى وجُمادَى الآخِرةُ، لأَنَّ النعْتَ لجُمادَى، وهي مؤنثةٌ".

وكذافى "لسان العرب" (130/3) و "مختار الصحاح" (ص:۱۱۹) الأيام والليالى والشهور للامام فرّاء (متوفى۲۰۷ھ)

مذکورہ عبارت سے جہاں یہ واضح ہوا کہ صحیح ودرست نام جُمادی (جیم کے ضمہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ) ہے، وہیں یہ باتیں بھی معلوم ہوئیں کہ ''جمادی الاولی'' اور ''جمادی الآخرۃ'' یہ دونوں عربی مہینوں کے عَلَم (نام) ہیں۔ دونوں ناموں میں ''جمادی'' کی دال پر فتحہ ہے۔ کوئی اور حرکت نہیں۔ ''جمادی الاولی'' اور ''جمادی الآخرۃ'' مونث ہیں۔ اور ان دونوں کے علاوہ سارے عربی مہینوں کے نام مذکر ہیں۔

﴿ج﴾-''آخِرۃ'' یہ خا کے کسرہ کے ساتھ ''آخِرٌ'' کی تانیث ہے؛ کیونکہ ''آخِر'' ''فاعِلٌ'' کے وزن پر اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، اور اول کی ضد ہے، جس کا معنی پچھلا اور آخری ہے، تو اس کی تانیث ''آخِرۃٌ'' بروزنِ ''فاعِلۃٌ'' آئے گی؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ) (الحدید:۳).

اس (آخِرٌ) سے ملتا جلتا ایک لفظ ''آخَر/الآخَر'' (خا کے فتحہ کے ساتھ) ہے، اس کی مونث ''فُعلیٰ'' کے وزن پر ''اُخریٰ'' آتی ہے۔ اور اس کے معنی ''ایک'' اور، ''دوسرا''، اور ''غیر'' وغیرہ آتے ہیں؛ چنانچہ کہا جاتا ہے: (ثوبٌ آخَر دوسرا کپڑا)

پس ثابت ہوا کہ ''اُخریٰ'' اور'' آخرۃ'' دو الگ الگ لفظ ہیں اور دونوں کا معنی بھی الگ ہے کہ ''آخِرٌ''،''اول'' کا مقابل اور آخری کے معنی میں ہے؛ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وللآخرة خير لك مِنَ الأولى) (الضحیٰ:۴)

آیتِ ہٰذا میں ''آخرۃ'' کے مقابل اور ضد کے طور پر لفظِ ''اولیٰ'' آیا ہے۔

جب کہ ''اُخریٰ'' کا لفظ ''ایک'' اور، ''غیر'' اور ''دوسرا'' کے معنی میں آتا ہے، یہ ''اوّل'' کا مقابل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ''آخری'' ہونے پر یہ دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

(وَ لِيَ فِيهَا مَـآرِبُ أُخرَىٰ) (طه:18) (وَلَقَد مَنَنَّا عَلَيكَ مَرَّةً أُخرَىٰٓ) (طه:37) (وَمِنهَا نُخرِجُكُم تَارَةً أُخرَىٰ) (طه:55)، (وَٱضمُم يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخرُج بَيضَآءَ مِن غَيرِ سُوٓءٍ ءَايَةً أُخرَىٰ) (طه:22)، (قَد كَانَ لَكُم ءَايَةٌ فِي فِئَتَينِ ٱلتَقَتَا فِئَةٌ تُقَـٰتِلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَأُخرَىٰ كَافِرَة) (آل عمران:13)

مذکورہ بالا آیات میں ''اُخریٰ'' کا لفظ ''دوسرا''، اور ''ایک اور'' کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

شرح الإلمام بأحاديث الأحكام (358/1) للعلامة تقى الدين أبو الفتح محمد بن على، المعروف بابن دقيق العيد (المتوفى: 702هـ)

أنَّ (الأخرى) تأنيث (آخَر) بفتح الخاء، وأنَّ ذلك لا يدلُّ إلا على المغايرةِ لا على الانتهاءِ. قال ابنُ مالك رحمه الله تعالى: الفرق بين (آخِرَة) و (أُخرَى)، أن التى هى أنثى لا تدلُّ على انتهاء، كما لا يدل عليه مُذَكَّرُها... ومن ثَمَّ لم يقولوا: ربيع الآخَر، ولا جمادى الأُخرى، لعلمهم بانتفاء دلالة ذلك على مقصودهم؛ لأنَّ المقصودَ التأخر الوجودى، فعدلوا إلى ربيع الآخِر - بكسر الخاء - وإلى جمادى الآخِرة، حتى تحصل الدلالة على مقصودهم فى التأخر الوجودى.

﴿۲﴾- ''اسی طرح ''جمادی الآخرۃ'' کے بجائے ''جمادی الثانی یا الثانیہ'' لکھنا اور بولنا بھی درست نہیں ہے۔''

﴿الف﴾- کیونکہ؛ جب ''جمادی الأخریٰ'' کی اجازت نہیں تو ''جمادی الثانی'' کی بطریقِ اولیٰ اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

﴿ب﴾- نیز ''جمادی الثانی'' یہ مرکب توصیفی ہے، ''جمادیٰ'' موصوف اور ''الثانی'' اس کے لیے صفت ہے، موصوف اور صفت میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ہونا ضروری ہے (یعنی اگر موصوف مذکر یا مؤنث ہے، تو صفت کا بھی مذکر یا مؤنث ہونا ضروری ہے) جب کہ یہاں

مطابقت مفقود ہے؛ کیونکہ ’’جمادی‘‘ مؤنث ہے اور ’’الثانی‘‘ مذکر ہے۔

نیز ’’جمادی الآخر‘‘ کہنا، یا ’’جمادی الأول‘‘ کہنا بھی درست نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت میں بھی موصوف وصفت کے درمیان تذکیروتانیث میں مطابقت نہیں ہے۔

البتہ اس قاعدہ کی رو سے تو بظاہر ’’جمادی الثانیۃ‘‘ درست معلوم ہوتا ہے؛ لیکن حقیقت میں وہ بھی درست نہیں، اس کی وجہ آگے مستقل آرہی ہے۔

تاج العروس (33/10).

والآخرُ: خلافُ الأَوَّلِ ... (وَهِي)، أَي (الأُنثَى) الآخِرَة، (بهاءٍ)

مختار الصحاح (ص:۱۵)

وَ (الْآخِرُ) بِكَسْرِ الْخَاءِ بَعْدَ الْأَوَّلِ وَهُوَ صِفَةٌ تَقُولُ جَاءَ (آخِرًا) أَيْ (أَخِيرًا) وَتَقْدِيرُهُ فَاعِلٌ وَالْأُنْثَى (آخِرَةٌ) وَالْجَمْعُ (أَوَاخِرُ). وَ (الْآخَرُ) بِفَتْحِ الْخَاءِ أَحَدُ الشَّيْئَيْنِ وَهُوَ اسْمٌ عَلَى أَفْعَلَ وَالْأُنْثَى (أُخْرَى)

”تثقيف اللسان“ امام ابن مکی الصقلی (ابو حفص عمر بن خلف النحوی، ت:۵۰۱هـ)

”يقولون: فی جمادِی الأوّل- والصواب: جُمادَی الأُولی بفتح الدال، علی وزن حُباری. إلا أنها تكتب بالياء، و ألفها للتأنيث. و ليس فی الشهور مؤنث سوی جمادی. ولذلك كان نعتها مؤنثا، فقيل: جُمادی الأولی وجُمادَی الاخِرة. و لا يجوز "الأوّل" و لا "الآخِر" (تثقيف اللسان وتلقيح الجنان:۲۲۱)

ترجمہ: لوگ ’’فی جمادِی الأوّل‘‘ (دال کے کسرہ کے ساتھ) کہتے ہیں۔ جب کہ درست ’’جُمادَی الأُولیٰ‘‘ (دال کے فتحہ کے ساتھ) ہے، حُبارَیٰ کے وزن پر؛ البتہ اسے ’’ی‘‘ کے ساتھ لکھا جائے گا اور اس کا الف (مقصورہ) تانیث کے لیے ہے۔ مہینوں میں ’’جُمادَی‘‘ کے سوا کوئی مونث نہیں؛ اسی لیے اس کی صفت بھی مونث آئی، اور ’’جُمادَی الأُولیٰ‘‘ و ’’جُمادَی الآخِرۃ‘‘ کہا گیا اور (مذکر صفت کے ساتھ) ’’جمادی الأول‘‘ و ’’جمادی الآخِر‘‘ جائز نہیں۔

﴿ج﴾- اہلِ عرب لفظ ’’الثانی‘‘ اور ’’الثانیۃ‘‘ کا استعمال وہاں کرتے ہیں، جہاں اس کے لیے کوئی ’’ثالث‘‘، ’’ثالثۃ‘‘ بھی ہو (یعنی تیسرا فرد بھی ہو) اور چوں کہ ’’ربیع‘‘ اور ’’جمادی‘‘ کا کوئی ’’ثالث‘‘، ’’ثالثۃ‘‘ نہیں ہے؛ لہٰذا یہاں ’’ربیع‘‘ اور ’’جمادی‘‘ کے ساتھ ’’الثانی‘‘ اور ’’الثانیۃ‘‘ کا استعمال، اہلِ عرب کے اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی تائید اس

آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی، جیسے کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا(5) ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا (6) إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا(7)﴾ (الإسراء:5-7)

مذکورہ آیت مبارکہ میں "أُولَاهُمَا" کے مقابلہ میں "وَعْدُ الْآخِرَةِ" لایا گیا، نہ کہ "وَعدُ الثانية"۔

﴿۳﴾- اب رہی یہ بات کہ اگر کوئی ''ربیع الآخر'' اور ''جمادَی الاخرۃ'' کے بجائے ''ربیع الثانی'' اور ''جمادی الاخریٰ'' ہی استعمال کرے تو آیا اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ چونکہ ''ربیع الآخر'' اور ''جمادَی الاخرۃ'' علم ہے اور ''اعلام'' میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنا تحریف کے زمرے میں آتا ہے، جو کہ ناجائز ہے؛ چنانچہ نحو إتقان الكتابة باللغة العربية (ص:۹۶) میں ہے:

"وفيما يلي أسماء الشهور العربية، وهي أعلامٌ على هذه الشهور لا يجوز تحريفها"

ترجمہ: اسلامی مہینوں کے جو نام ہیں وہ ان مہینوں کے اعلام ہیں، ان میں تحریف جائز نہیں۔

اور تحریف کی تعریف ''النحو الوافی (309/1) میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

وأما العلم المركب: ... إن كان تركيبه إسناديًّا "..." بقي على حاله قبل التسمية؛ فلا يدخله تغيير مطلقًا، لا في ترتيب حروفه، ولا في ضبطها.

ترجمہ: علمِ مرکبِ اسنادی کو اپنے حال ہی پر چھوڑا جائے گا، جیسے کہ نام رکھنے سے پہلے تھا، اس میں مطلقاً کسی قسم کی تغییر نہیں ہوسکتی، نہ ہی حروف کی ترتیب میں اور نہ ہی اس کے ضبط (تحریر) کرنے میں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصولِ عربیت کے لحاظ سے صحیح اور فصیح علم ''ربیع الآخر'' اور ''جمادَی الاخرۃ'' ہے۔ اور چوں کہ اعلام میں تصرف وتغیر منع ہے؛ اس لیے ''جمادی الأُخریٰ'' یا ''جمادی الآخر'' یا ''جمادی الثانیۃ'' یا ''جمادی الثانی'' یا ''جمادی الآخرۃ'' نیز ''ربیع الآخر'' کو ''ربیع الثانی'' لکھنے اور بولنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور صحیح تلفظ ''ربیع الآخر'' اور ''جمادَی الاخرۃ'' ہی لکھنے اور بولنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

عمدة الكتاب لأبی جعفر النحاس (ص:١٠٠) أبو جعفر النَّحَّاس أحمد بن محمد بن إسماعيل بن يونس المرادی النحوی (المتوفى: 338ھ)

فإن قيل: لم لم يقل: شهر ربيع الثانی، وقيل: الآخر؛ وكذا جمادی الآخرة، ولم يقل: الثانية؛ كما يقال: السنة الأولى والثانية؟ فالجواب: إنه يقال الثانی والثانية لما له ثالثٌ وثالثةٌ، فلما لم يكن لهذين ثالثٌ ولا ثالثةٌ قيل فيهما: الآخر والآخرة، كما قيل: الدنيا والآخرة.

نحو إتقان الكتابة باللغة العربية (ص:٩٦)

وفيما يلی أسماء الشهور العربية، وهی أعلامٌ على هذه الشهور لا يجوز تحريفها. ربيعٌ الأول (ولا يقال: ربيع أول). ربيعٌ الآخر (ولا يقال: ربيع ثانی ولا الثانی). جُمادی الأُولی (ولا يقال: جُمادی الأول). جُمادی الآخِرة (ولا يقال: جُمادی الثانی ولا الثانية)

شرح شافية ابن الحاجب (٢٧٩/٤)

قال ابن الانباری: "أسماء الشهور كلها مذكرة إلا جمادی، فهما مؤنثان تقول: مضت جمادی بما... والاولى والاخرة صفة لها، فإن الاخرة بمعنى المتأخرة، ولا يقال: جمادی الاخری، لان الاخری بمعنى الواحدة فتتناول المتقدمة والمتأخرة فيخصل اللبس،

وهكذا فی المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير (١٠٧/١)

غلط الضعفاء من الفقهاء (ص:٢٨)

وكذلك أيضاً يقولون: (جُمَادی الأَوَّلِ) و(جُمادَی الآخِرِ). والمشهورُ: جُمادَی الأُولی وجُمادَی الآخِرةُ، لأَنَّ النعْتَ لجُمادَی، وهی مؤنثةٌ.

وهكذا فی "صبح الأعشى فی صناعة الإنشاء" (2/404)

أخطاء اللغة العربية المعاصرة عند الكتاب والإذاعيين (ص:131)

ز- الثانی والآخِر: يستعمل الثانی فيما يليه ثالث ورابع ... و "الآخِر" فيما لا يتبعه شیء، ولهذا قيل فی صفاته تعالى: (هُوَ الأَوَّلُ وَالآخِر) ولم يقل: والثانی: لأنه ليس بعده تعالى شیء. وعلى هذا يتبين خطأ ما هو شائع فی لغة الإعلام من قولهم: ربيع الثانی، وجمادی الثانيه، ويتبين أن الصواب: ربيع الآخِر، وجمادی الآخِره.

﴿۴﴾- جہاں تک بات ہے عباراتِ اکابر کی (جن میں ان دومہینوں کے لیے ''جمادی

الاخریٰ'' اور''ربیع الثانی'' استعمال ہوا ہے)، تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگرچہ لغت اور اصولِ عربیت کے لحاظ سے صحیح اور فصیح لفظ''ربیع الآخر'' اور''جمادی الآخرۃ'' ہے، تاہم تفسیر روح البیان میں علامہ ابن الکمالؒ سے ایک قول منقول ہے کہ''جمادی الاخریٰ'' کہنا بھی صحیح ہے؛ چنانچہ تفسیر روح البیان (۴۲۱/۳) میں ہے:

قال ابن الکمال جمادی الاولی والآخرة فعالی کحباری والدال مهملة والعوام یستعملونها بالمعجمة المکسورة ویصفونها بالأول فیکون فیها ثلاث تحریفات قلب المهملة معجمة والفتحة کسرة والتأنیث تذکیرا. وکذا جمادی الآخرة یقولون جمادی الآخر بلا تاء والصحیح الآخرة بالتاء او الاخری وهما معرفتان من اسماء الشهور فادخال اللام فی وصفهما صحیح.

ترجمہ: علامہ ابن کمالؒ فرماتے ہیں:''جمادی الاولیٰ'' اور''الآخرۃ''''فعالیٰ'' کے وزن پر ہیں جیسے''حباریٰ''۔ اور دال بغیر نقطہ کے ہے، اور عوام اُسے نقطہ کے ساتھ مکسور پڑھتے ہیں، اور اس (جمادیٰ) کے لیے''اوّل'' بطورِ صفت ذکر کرتے ہیں، تو اس میں تین قسم کی تحریفات ہوئی ہیں: بغیر نقطہ والے حرف کو نقطہ دینا، فتحہ کو کسرہ سے بدلنا، اور مؤنث کی جگہ مذکر لانا۔ اسی طرح عوام''جمادی الآخر'' (یعنی بغیر تاء) بولتے ہیں؛ جب کہ صحیح لفظ''جمادی الآخرۃ''''تاء'' کے ساتھ یا''جمادی الاخریٰ'' ہے اور یہ دونوں معرفہ ہیں مہینوں کے نام ہیں، الف لام ان کی صفت میں داخل کرنا صحیح ہے۔

اسی طرح علامہ زکریا انصاریؒ (المتوفی: ۹۲۶ھ) نے''ربیع الثانی'' کے بارے میں ایک قول جواز کا نقل کیا ہے؛ چنانچہ ''أسنی المطالب فی شرح روض الطالب'' (۱۲۵/۲) میں ہے:

قالوا ولا یضاف لفظ شهر إلی شیء من الشهور إلا إلی رمضان والربیعین وینون ربیع إذا وصف بالأول أو الثانی ولا یقال بالإضافة نبه علیه النووی.

وکذافی ''الغرر البهیة فی شرح البهجة الوردیة'' (۵۹/۳)

اس لیے بہت ممکن ہے کہ جن حضرات کی عبارات میں ان دو مہینوں کے لیے''جمادی الاخریٰ'' اور''ربیع الثانی'' وغیرہ کے صیغے استعمال ہوئے ہیں، ان کے پیشِ نظر علامہ ابن الکمالؒ اور علامہ زکریا انصاریؒ کا قولِ مذکور رہو۔

نیز چونکہ یہ فرق اصطلاحی اور فنی اعتبار سے ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ تفصیل سے معلوم ہوا، اور اس پر کسی فقہی حکم کا مدار بھی نہیں ہے؛ اس لیے بہ ظاہر ان حضرات نے عرف اور تعامل کی بنیاد پر''ربیع الثانی'' یا''جمادی الُاخریٰ'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں........ واللہ اعلم بالصواب

شکر، انعاماتِ الٰہی کا تقاضا

از: مولانا محمد راشد شفیع

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں اور انعامات کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہر وقت شکر بجالائیں اور اپنی زندگی میں اس کی عادت کو اپنائیں، شکر کی حقیقت یہ ہے کہ احسان کرنے والے کے احسان کا اعتراف اور اس نعمت کو اس کی فرمانبرداری میں استعمال کرنا ہے اور پوشیدہ اور ظاہری طور پر نافرمانیوں سے اجتناب کرنا اور فرمانبرداری میں سخت کوشش ومحنت کرنا اور ناشکری یہ ہے کہ اس کے انعام کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرنا۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

’’سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو‘‘ (البقرۃ،152:2)

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

’’اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ (ہر حق کا) قدر شناس ہے (ہر عمل کا) خوب جاننے والا ہے‘‘ (النساء،147:4)۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

’’اگر تم کفر کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر (وناشکری) پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر گزاری کرو (تو) اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے۔‘‘ (الزمر،7:39)

اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنا جہاں اللہ کی رضا کا سبب ہے وہیں نعمتوں میں اضافہ کا بھی سبب بنتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ ناشکری کرنے کے سبب اللہ رب العزت نعمت کو سلب فرمالیتے ہیں اور شکر کی وجہ سے نعمت کو بڑھا بھی دیتے ہیں؛ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ نعمتوں میں برکت ہو اور نعمتیں سلب نہ ہوں تو ہمیں دل اور زبان اور ظاہری

اعضا سے اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے یعنی دل میں اس نعمت کی قدر ہو، زبان سے اس نعمت کا اقرار ہو اور نعمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور ظاہری اعضا سے منعم کی نعمتوں کے ملنے کے سبب سے ایسے افعال صادر ہوں جو منعم کی بڑائی کو ظاہر کریں۔

احادیثِ مبارکہ میں جا بجا شکر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت اس قدر قیام فرمایا کرتے کہ دونوں قدم مبارک پر ورم آ جاتا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب التفسیر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے (بھی) راضی ہوتا ہے کہ بندہ کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کرے یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔ (أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مومن کی (اس) شان پر خوشی کرنی چاہیے کہ اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مقام اس کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں، اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اس کو اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تب بھی اس کو اجر ملتا ہے۔ (أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب الزهد والرقائق)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کھانے پر شکر کرنے والا درجہ میں صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے۔ (أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر موقع کی جو دعائیں منقول ہیں، مثلاً کھانا کھانے کی، نئے کپڑے پہننے کی، سونے کی، سو کر اٹھنے کی، نئے پھل کھانے کی، مسجد میں جانے، اور مسجد سے باہر آنے کی، گھر سے نکلنے کی، وغیرہ ان سب کا مقصد بھی اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ہر وقت شکر گزار رہیں، نعمتوں کی قدر کریں اور اپنے اندر یہ عادت ڈالیں کہ دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کمتر پر نظر ہو اور دینی اعتبار سے اپنے سے اوپر والے پر نظر ہو تو اس سے جہاں ہمیں نیک اعمال میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوگا وہیں پر شکر گزاری کی عادت بھی ہمارے اندر پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے!

❋ ❋ ❋

حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی لکھنویؒ

تحریک مدح صحابہ کے قائد، ومعرکۂ ردّ شیعیت کے مردمجاہد

از: مولانا محمد ساجد قاسمی
استاذ تفسیر وادب دارالعلوم دیوبند

مولانا عبدالعلیم صاحب کی وفات ہوگئی ایک مختصر سی خبر ہے؛ لیکن حقیقت میں ایک بہت بڑا حادثہ ہے مولانا کے خانوادے، متعلقین اور وابستگان کے لیے اور تحریکِ ردّ شیعیت اور تحفظِ ناموس صحابہ کے لیے جس کے آپ قائد اور روح رواں تھے۔

حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ملک کے ایک ممتاز عالم دین، معرکۂ ردشیعیت ورافضیت کے مرد مجاہد، شعلہ نوا مقرر، ملت کے لیے دل دردمند اور فکر ارجمند رکھنے والی شخصیت اور اکابر و بزرگان دین کے معتمد ومحبوب تھے۔ ملک و بیرون ملک مقام صحابہ رضی اللہ عنہم سے لوگوں کو واقف کرانا اور شیعیت ورافضیت کا مقابلہ اور اس کا سد باب کرنا آپ کا مشن اور اختصاص تھا۔ پوری زندگی آپ نے لکھنؤ جیسے شیعیت زدہ شہر میں عظمتِ صحابہ کا ڈنکا بجایا اور اپنے جدامجد کی ''تحریک مدح صحابہ'' کو نہ صرف باقی رکھا؛ بلکہ اسے آگے بڑھایا اور نئی جہتوں سے روشناس کرایا۔ ساتھ ہی جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری کے طور پر اور ایشیا کی عظیم درس گاہ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس شوری کے ممبر کی حیثیت سے ملت کی بے لوث خدمت کی۔

تعلیم وتربیت

آپ 1367ھ (1948ء) میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم یہیں ہوئی، پھر آپ نے ادارہ محمودیہ قصبہ محمدی لکھیم پورکھیری میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد متوسطات کی تعلیم کے لیے مظاہر علوم سہارنپور گئے، پھر آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں آپ نے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور 1969ء میں فراغت حاصل کی، بعدازاں آپ نے حضرت مولانا وحیدالزماں کیرانویؒ سے عربی ادب پڑھا۔ بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوریؒ ناظم مظاہر علوم

سہارنپور سے تھا۔ اکابر وقت مثلا: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ، حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ، حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوریؒ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ وغیرہم آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔

تحریک تحفظ ناموسِ صحابہ

اودھ میں شیعہ حکومت تھی جس کا صدر مقام لکھنؤ تھا، پورے خطے پر شیعی اثرات تھے، لکھنؤ میں سنی عوام اپنی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے شیعوں کے ساتھ ان کے محرم کے پروگراموں میں شریک ہوتے تھے، 1904ء میں شیعہ سنی اختلاف ہوا، سنیوں نے محرم میں اپنے الگ پروگرام کرنے شروع کیے جس میں صحابہ کی تعریف وتوصیف پر مبنی اشعار پڑھے جاتے تھے۔ شیعوں نے اپنا اثرورسوخ استعمال کرتے ہوئے سنیوں کے جلوس اور پروگرام پر انگریز انتظامیہ سے پابندی لگوادی، انگریز انتظامیہ نے نقضِ امن کا بہانہ بناکر صحابہ کے ہرقسم کے تذکرے کو لکھنؤ کے ماحول میں جرم قرار دیا۔ اب لکھنؤ کی صورت حال یہ تھی کہ سنی نہ کوئی جلوس نکال سکتے تھے اور نہ ہی برملا صحابہ کا تذکرہ کرسکتے تھے اور ایسا کرنے کی صورت میں گرفتار کرکے جیل بھیج دیا جاتا تھا؛ جب کہ دوسری طرف شیعوں کے لیے اپنے جلوس نکالنے اور صحابہ کو سب وشتم کرنے کی کھلی چھوٹ تھی۔

اس صورتِ حال نے وہاں کے کچھ علماء، بالخصوص حضرت مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنویؒ (تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ) کو بے چین کردیا، ضرورت تھی کہ سنیوں کے یہاں صحابہ کی عظمت ومقام ومرتبہ سے متعلق صحیح موقف انگریزی عدالت اور حکومت کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ یہ بے جا پابندی ہٹے۔ اس کام کے لیے آپ کی نظر انتخاب اپنے شاگرد امام اہل سنت والجماعت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ پر گئی۔ آپ نے ان کو دہلی سے جہاں وہ بحیثیت مؤلف ومصنف ایک مطبع میں کام کررہے تھے بلایا اور سنیوں کی ترجمانی اوران کا عدالتوں اور کمیشنوں کے سامنے موقف پیش کرنے کی ذمے داری سونپی؛ چنانچہ آپ نے 1908ء سے اس پابندی کے خلاف جدوجہد شروع کی، اور ہرسطح پر کوشش کی، آپ نے اس ناجائز قانون اور پابندی کے خلاف ایک تحریک چلائی، جس کی گونج اسمبلی میں بھی سنائی دی، سنی عوام نے اس کالے قانون کو ہٹانے کے لیے گرفتاریاں پیش کیں، آپ نے ایک کانفرنس کی جس میں ملک کے طول وعرض سے علماء کو شرکت کی دعوت دی؛ چنانچہ دارالعلوم دیوبند سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور جمعیۃ علماء ہند دہلی

سے حضرت مولانا احمد سعید دہلوی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور اپنے بیانات دیے۔ مولانا کی تقریباً چالیس سال کی مسلسل جد وجہد اور تحریک کے نتیجے میں یہ قانون 1948 میں مکمل طور پر ختم ہوا اور سنیوں کو جلوس میں اور شہر کی سڑکوں پر صحابہ کا تذکرہ اور ان کی مدح وستائش کی مکمل اجازت ملی۔

چنانچہ آپ نے سنی عوام کے لیے ''شہدائے اسلام'' کے نام سے محرم میں پندرہ روزہ پروگرام شروع کیے جو اس وقت سے لے کر آج تک پابندی کے ساتھ احاطۂ شوکت علی لکھنؤ میں ہوتے چلے آرہے ہیں۔ جن میں ملک کے مشہور علماء شرکت کرتے ہیں اور تقریریں کرتے ہیں۔ اور سنی عوام بھی بڑے ذوق وشوق سے ان پروگراموں کو سنتے ہیں۔ یہ سلسلہ آپ کے جدامجد نے شروع کیا تھا، اس کے بعد آپ کے والد صاحب نے اسے جاری رکھا پھر آپ تمام عمر اسے پورے اہتمام کے ساتھ منعقد کرتے رہے۔ انشاء اللہ آپ کے صاحبزادگان آگے بھی اسے جاری رکھیں گے۔

مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک مدحِ صحابہ کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ آگے بڑھایا، ملک و بیرون ملک جہاں بھی ضرورت محسوس ہوئی وہاں آپ بیان کے لیے جاتے اور آپ کے بیانات سے سنی عوام میں دینی بیداری آتی اور وہ صحابہ کے مقام ومرتبہ سے واقف ہوتے۔ صحابہ کا جب تذکرہ فرماتے تو آپ کی رگ فاروقیت پھڑک اٹھتی۔

آپ نے اپنے جدامجد کی طرح ردقادیانیت کے موضوع پر بھی کام کیا، جب علاقے میں قادیانی مبلغین کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو آپ نے ایک ردقادیانیت کے موضوع پر سدھولی اور سندیلہ میں بڑی بڑی کانفرنسیں کیں اور علاقے کے سادہ لوح مسلمانوں کو اس فتنے کی خطرناکی سے آگاہ کیا۔ میرے گاؤں سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر قصبہ پہانی (ضلع ہردوئی) واقع ہے، جہاں سنیوں کی اکثریت ہے اور تھوڑی تعداد میں شیعہ بھی ہیں، شیعوں کے یہاں زمینداری تھی، ان کے پاس کافی زمین وجائداد تھی، چیرمین بھی شیعہ ہوتا تھا، وہ ہندوؤں کے مقابلے میں سنیوں کے ووٹ سے جیتا تھا، سنیوں کی وہ حمایت بھی کرتا تھا۔ ساتھ ہی اودھ کے دیگر قصبات کی طرح یہ قصبہ شیعی اثرات سے محفوظ نہیں تھا؛ چنانچہ شیعوں کے جلوس وغیرہ میں سنی عوام بھی شریک ہوتی تھی؛ بلکہ بعض محلوں سے سنی ہی تعزیہ نکالتے تھے؛ لیکن قصبے میں دو عالموں: حضرت مولانا محمد وکیع صاحب فاروقی (مہتمم دارالعلوم محمدیہ جامع مسجد قصبہ پہانی) اور حضرت مولانا جمال الدین (ناظم مدرسہ احیاء العلوم محلہ ناگر بڑی پہانی) کی کوششوں سے پہانی اور علاقے میں علماء وحفاظ کی ایک کھیپ تیار ہوئی جس سے سنی عوام میں

دینی بیداری پیدا ہوئی۔جس سے بہت حد تک قصبہ اور علاقے میں شیعی اثرات کم ہوگئے۔

سنی عوام میں دینی شعور پیدا کرنے میں ان سالانہ جلسوں کا بھی بڑا کردار تھا جو قصبہ میں ہوا کرتے تھے۔ایک سالانہ جلسہ ''پیام حق'' کے نام سے ہوتا تھا، جو جامع مسجد پہانی کی کمیٹی کی جانب سے منعقد ہوتا تھا۔اور دوسرا سالانہ جلسہ ''سیرت النبیؐ'' کا ہوتا تھا جو ''انجمن فدایان صحابہ'' کراتی تھی۔ آخرالذکر جلسے میں حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی تشریف لاتے تھے اور سیرت کے ساتھ ساتھ رد شیعیت کے موضوع پر بھی بیان کرتے تھے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ جلسہ پہانی کے بڑے بازار میں ہوتا تھا جس کی پوری زمین شیعہ چیرمین کی ملکیت تھی؛ لیکن اس نے کبھی جلسہ کرنے سے نہیں روکا۔

علمی سرمایہ کی حفاظت واشاعت

آپ کے جدامجد امام اہل السنۃ والجماعت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی نے اپنے پیچھے بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا، خاص طور سے شیعیت کے رد میں، جن میں خلفائے راشدین، قاتلانِ حسین کی خانہ تلاشی، تفسیر آیاتِ استخلاف، ابوالائمہ کی تعلیم، علم الفقہ ،اور رد قادیانیت پر کتابیں وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، آپ نے اپنے جدامجد کے علمی ذخیرے سے ان کتابوں کی دوبارہ اشاعت کی جن کی سخت ضرورت تھی؛ بلکہ آپ نے بعض کتابوں کا عربی میں بھی ترجمہ کرایا؛ چنانچہ تفسیر آیات استخلاف کا ''الإمامة والخلافة'' کے نام سے اور ابوالائمہ کی تعلیم کا ''موقف علی من الخلفاء الثلاثة'' رضی اللہ عنہم کے نام سے عربی ترجمہ شائع کرایا۔

بے مثال خطیب

آپ ایک شعلہ نوا مقرر اور منفرد آہنگ وانداز کے مالک خطیب تھے؛ چنانچہ مجھے دارالعلوم دیوبند میں مدنی دارالمطالعہ کے پروگراموں میں، اسی طرح جمعیۃ علمائے ہند کے جلسوں میں بارہا آپ کی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا، آپ کا لہجہ لکھنوی، انداز پرکشش اور بہت نرالا ہوتا تھا، بہت سے مقررین نے آپ کے لہجے اور انداز کی نقل کی کوشش کی؛ لیکن آپ کی نقالی نہ کرسکے:

ع مگر وہ بات کہاں مولوی مدن جیسی

آپ کا اختصاصی موضوع ردشیعیت تھا، آپ اپنے موضوع پر بڑی بصیرت کے ساتھ گفتگو کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے مدنی دارالمطالعہ کے پروگرام میں فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے بیان میں، یا مناظرے میں کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے۔کسی نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کہاں لکھا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ البدایہ والنہایہ میں، اس نے کہا کہ دکھاؤ، میں

نے کتاب منگوائی اور اسے کھول کر دکھا دیا، اس میں لکھا ہوا تھا:

کان معاویة یکتب الوحی لرسول اللہ ﷺ. آپ کا اپنے موضوع کا مطالعہ بھی وسیع تھا اور استحضار بھی تھا۔ آپ اپنی تقریر میں کبھی دیوان حماسہ کے یہ اشعار بھی پڑھتے تھے:

تأخرت أستبقي الحیاة فلم أجـد　　　لنفسي حیـاة مثـل أن أتقـدما

فلسنا علی الأعقاب تدمی کلومنا　　　ولکن علی أقدامنا تقطر الدما

(میں زندگی کے لالچ میں پیچھے رہا؛ لیکن میں نے اپنے لیے پیش قدمی کے مانند کوئی زندگی نہیں دیکھی۔

ہم ایسے نہیں ہیں کہ جن کی (پشت پر زخم لگنے کی وجہ سے) ایڑیاں خون آلود ہوں؛ بلکہ (مڈبھیڑ کی وجہ) سے خون ہمارے قدموں پر گرتا ہے)۔

عہدے ومناصب

آپ دارالمبلغین لکھنؤ کے مہتمم، مدح صحابہ کمیٹی کے صدر، سابق جنرل سکریٹری جمعیت علماء ہند، رکن مجلس شوری دارالعلوم دیوبند، رکن شوری دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ رہے۔

مزاج ومذاق

آپ کی زندگی انتہائی سادہ اور بے تکلف تھی، اپنے بہت سے کام خود ہی کر لیتے تھے، کسی کے کرنے کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ آپ انتہائی صاف گو اور بے باک تھے۔ آپ کا چہرہ خوبصورت، رنگ گورا، قد میانہ مائل بدرازی، چھریرا بدن۔ زبان صاف وشستہ، لہجے میں جاذبیت وکشش تھی۔ آپ ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ خوردوں کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے تھے۔ نرم خو تھے آپ کی خفگی وناراضگی دیرپا نہیں ہوتی تھے۔ گویا کہ آپ ”بطئ الغضب سریع الفئ“ (ایسی شخصیت جسے غصہ دیر سے آئے اور جلد چلا جائے) کا مصداق تھے۔

آپ سے میرا تعلق

رمضان المبارک میں آپ کی علالت اور اسپتال میں زیر علاج ہونے کی اطلاع ملی، ارادہ کیا کہ ان شاء اللہ رمضان کے بعد عیادت کے لیے لکھنؤ حاضر ہوں گا، پھر 12/شوال کو آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے فون پر مزاج پرسی کی اور عیادت کے لیے حاضر ہونے کی اطلاع دی؛ لیکن بروز بدھ 24/اپریل 2024ء (14/شوال 1445ھ) کو بعد نماز فجر خبر ملی کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے۔

چونکہ میرا لکھنؤ جانے کا پروگرام پہلے سے طے تھا؛ اس لیے میں 3 رمئی کو تعزیت کے لیے آپ کے در دولت پر حاضر ہوا اور آپ کے صاحبزادگان گرامی مرتبت: جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور جناب عبدالمالک صاحب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کی۔

غالبًا 1988ء یا 1989ء کی بات ہے، میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں زیر تعلیم تھا، کانپور کے پریڈ کے میدان میں سیرت کا جلسہ تھا، ہم طلبہ بھی مدرسے سے جلسہ سننے کے لیے گئے، حضرت مولانا مبین الحق صاحب اناونسر تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک عالم اسٹیج کی طرف جارہے ہیں، شیروانی زیب تن کیے ہوئے ہیں، سر پر دیوبندی ٹوپی ہے، داڑھی بالکل کالی ہے،، رنگ گورا اور چہرہ خوبصورت ہے، ان کے دائیں بائیں چند لوگ ہیں۔ جب ان کی تقریر کا موقع آیا تو حضرت مولانا مبیں الحق صاحب نے ان کو اس شعر کے ساتھ تقریر کی دعوت دی:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے

معلوم ہوا کہ یہی حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی ہیں، یہ مولانا کا پہلا دیدار تھا۔

حضرت مولانا سے میرا تعلق آپ کے بھانجے مولانا سعد بارہ بنکوی اور آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے توسط سے ہوا، اول الذکر میرے عربی اول سے لے کر دورے تک کے ساتھی ہیں؛ جب کہ مؤخر الذکر ششم سے لے کر دورے تک ساتھ رہے، ان حضرات کی رفاقت کی وجہ سے مولانا مجھ سے بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے اور کبھی یہ بھی فرماتے تھے تم میرے بیٹے کے درجے میں ہو۔

جب میں مدرسہ شاہی مرادآباد میں مدرس تھا تو آپ نے مولانا سعد صاحب کے واسطے سے میرے پاس امام اہل السنۃ والجماعت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی کی ایک کتاب: ابوالائمہ کی تعلیم عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے بھجوائی، یہ غالبًا 1999ء کی بات ہے؛ چنانچہ میں نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس ترجمے کا نام "موقف علی من الخلفاء الثلاثة رضی اللّٰه عنهم" رکھا اور کتابت کرواکے آپ کے حوالے کردیا، اس کام پر آپ بہت خوش ہوئے۔ اس وقت سے میرا آپ سے تعلق اور مستحکم ہوگیا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً عربی کے کام آپ مجھے بھجواتے رہے اور میں ان کاموں کو مکمل کرکے دیتا رہا، ان میں سے دارالمبلغین کا عربی میں تعارف بھی ہے۔

مذکورہ بالا کتاب کا ترجمہ میں نے مکمل کرکے آپ کے حوالے کردیا، امید تھی کہ جلد ہی شائع

ہوکر منظرِ عام پر آ جائے گا؛ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

میرا 2001ء میں دار العلوم دیوبند میں تقرر ہوا، اور 2002ء سے میں نے دار العلوم میں تدریس کا آغاز کیا، آپ جب دار العلوم کی مجلس شوری میں شرکت کے لیے تشریف لاتے تو ملاقات ہوتی اور میں کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں دریافت کرتا تو آپ کی جانب سے یہی جواب ملتا کہ آگے چل کر شائع ہوگی، ایک مرتبہ اس کی طباعت کے اخراجات کا تخمینہ بھی یہاں دیوبند کے کتب خانوں سے معلوم کرنے کے لیے کہا۔ اس ترجمے کو دس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا؛ چنانچہ اس مسودے کی اشاعت کے سلسلے میں میں اپنے طور پر سوچنے لگا۔ پیش نظر یہ بات تھی کہ منظرِ عام پر کتاب آ جائے گی تو محفوظ ہو جائے گی۔ ورنہ مسودہ ضائع ہوسکتا ہے اور اس طرح ایک محنت رائگاں جائے گی۔

اتفاق سے سعودی عرب سے ایک ہمارے دوست شیخ احمد عبدالعزیز العصفور رحفظہ اللہ دیوبند تشریف لائے، ان کو میں نے چند مسودات دکھائے جن میں اس کتاب کا مسودہ بھی تھا، انھوں نے اس کتاب کو پسند کیا اور اس کی اشاعت میں تعاون کرنے کے لیے کہا۔ میں نے اس کتاب کو شائع کر دیا اور اس کا تقریباً آدھا ایڈیشن شیخ کے لیے بحرین بھیج دیا اور بقیہ نسخے تقسیم کر دیے۔

جب آپ شوری کے اجلاس میں شرکت کے لیے دیوبند تشریف لائے تو میں نے کتاب کے چند نسخے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ جب آپ نے کتاب دیکھی تو آپ کو اس کی اشاعت پر تعجب ہوا۔ میں نے پھر اس کی اشاعت کا واقعہ بتایا کہ ایک عرب عالم شیخ احمد عبدالعزیز العصفور رحفظہ اللہ کو میں نے مسودہ دکھایا، انھیں یہ کتاب پسند آئی انھوں نے اس کی اشاعت میں تعاون کیا ہے۔ اس کتاب میں ان کا پیش لفظ بھی ہے اور کتاب انھوں نے اپنے یہاں سعودی عرب اور بحرین کے ان علاقوں تک پہنچائی جہاں شیعہ رہتے ہیں۔

بہر حال آپ نے ملت کی بے لوث خدمت اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے بھرپور زندگی گزاری۔ اللہ تعالی آپ کی خدمات قبول فرمائے، اپنی شایانِ شان ان کا صلہ عطا فرمائے اور آپ کے اخلاف کو آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق سے نوازے! آمین!

❋ ❋ ❋

مناظر اسلام جانشینِ امام اہل سنت
حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی نوراللہ مرقدہٗ

از: مولانا مفتی ریاست علی قاسمی رام پوری
استاذ حدیث ومفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی عبدالعلیم فاروقی اور والد کا اسم گرامی حضرت مولانا حافظ عبدالسلام فاروقی (ولادت: ۱۹۰۷ء، وفات: ۱۹۷۳ء) اور جد امجد کا نام امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ (ولادت: ۱۸۷۸ء مطابق ۲۳/ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ، وفات: ۲۳/اپریل ۱۹۶۲ء مطابق ۱۷/ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ) ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب ۳۲/واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقیؒ، ابن حضرت مولانا عبدالسلام فاروقیؒ ابن امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ ابن مولوی حافظ ناظر علی ابن حکیم فضل علی ابن قادر علی ابن رحمت علی ابن مظہر علی ابن حبیب علی ابن مولانا محمد شاکر ابن مولانا قاضی عصمت اللہ ابن مولانا عبدالقادر (اول) ابن مخدوم سلطان ابن مخدوم الہ داد ابن مخدوم لاد ابن مولانا شیخ فرید ابن مولانا عبدالقادر محدث (دوم) ابن مولانا قطب الدین محدث ابن مولانا خضر محدث ابن سلطان حسین (اول) ابن سلطان مبارک ابن سلطان عثمان ابن امیر محی الدین ابن امیر غیاث الدین ابن ابوبکر ابن حسین (دوم) ابن شیخ فریدالدین ابن عبدالکریم ابن شیخ عبدالعزیز ابن شیخ عبداللطیف ابن شیخ عبدالجلیل ابن حضرت عبیداللہؒ ابن حضرت عبداللہؓ ابن امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (حیات امام اہلِ سنت)

آپ کا وطن اصلی اور جائے ولادت اور مقامِ سکونت ''کاکوری''، ضلع لکھنؤ صوبہ اترپردیش ہے۔ مشرقی یوپی کا وہ خطہ جو اودھ کہلاتا ہے، اس کے اکثر و بیشتر مقامات قصبات و دیہات بہت مشہور ہوئے ہیں، انھیں مشہور بستیوں میں قصبہ کاکوری ایک منتخب روزگار قصبہ ہے جہاں اسلامی دور حکومت سے برطانوی دور حکومت کے اختتام تک باکمال شخصیات پیدا ہوئی ہیں وقلم، علم وعمل، تدبیر وسیاست وغیرہ ہر لائن سے باکمال ثابت ہوئے ہیں، جنھوں نے اپنے وطن کی تاریخ کو ملک میں ممتاز مقام سے نوازا ہے، کاکوری کے علماء، زعماء اور صاحب فضل وکمال شخصیات سے متاثر ہوکر ایک شاعر نے بے اختیار فرمایا

خصوصاً روز عیدین و آدینہ نماید شہر کاکوری مدینہ

ترجمہ: خاص کر عیدین اور جمعہ کے دن کاکوری مدینہ دکھتا ہے۔

قصبہ کاکوری صوبہ اترپردیش کی راجدھانی لکھنؤ سے ۹؍میل مغرب میں مرادآباد جانے والی ریلوے لائن پر واقع ہے اور اس نام سے اس کا ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ اس سے چند میل کے فاصلہ پر آموں کی مشہور منڈی ملیح آباد واقع ہے۔

کسی زمانہ میں یہ علاقہ راجہ ککور کی عملداری میں تھا اس وجہ سے اس کا نام کاکوری مشہور ہوگیا۔ پہلے یہ علاقہ ضلع لکھنؤ کے تحت ایک قصبہ کی حیثیت سے معروف ومشہور تھا؛ لیکن اگست ۱۹۴۷ء کے بعد یہ قصبہ شہر لکھنؤ کا حصہ اور محلّہ ہوگیا ہے۔

اس تاریخی شہر اور مشہور علمی خاندان میں آپ کی ۱۹۴۸ء میں پیدائش ہوئی۔ آپ کے جدامجد مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور پدر بزرگوار حضرت مولانا عبدالسلام فاروقیؒ طبقۂ علماء میں امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے دونوں بزرگوں کے مفصل حالات قلم بند فرماکر بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے عظیم سرمایہ پیش کردیا ہے؛ اس لیے ان کے تذکرہ سے گریز کیا جارہا ہے۔ تفصیل کے لیے ''امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ حیات وخدمات'' کا مطالعہ کیا جائے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز اپنے وطن شہر لکھنؤ سے ہوا اور آپ نے ابتدائی تعلیم ناظرۂ قرآن کریم، اردو، دینیات، درجات پرائمری، ریاضی وحساب، عرائض نویسی وغیرہ کی تعلیم لکھنؤ کی دانش گاہوں میں حاصل کی۔

تحفیظ القرآن اور ابتدائی فارسی وعربی کی تعلیم

اس کے بعد آپ کے والدمحترم نے آپ کا داخلہ ۱۹۵۸ء میں ادارہ محمودیہ قصبہ محمدی ضلع لکھیم پورکھیری یوپی میں کرادیا، یہاں آپ نے قرآن کریم مکمل حفظ اپنے بہنوئی جناب قاری صبیح الدین صاحبؒ کے پاس کیا۔ قاری صاحب موصوف اس زمانہ میں ادارہ محمودیہ محمدی میں شعبہ تحفیظ القرآن مین ناموراور بافیض استاذ تھے بعد میں موصوف نے کافی عرصہ کے بعد ادارہ محمودیہ سے علیحدہ ہوکر محمدی ہی میں جامعہ حسینیہ کے نام سے دوسراادارہ قائم فرمالیا تھا؛ چونکہ حضرت قاری صاحبؒ آپ کے حقیقی بہنوئی ہوتے تھے، اس قرابت قریبہ کی وجہ سے آپ کے والدین نے کم عمری کے باوجود آپ کو وطن سے دور حصول علم کے لے بھیجنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کے ساتھ دور قرآن کریم بھی مکمل کیا اور قرآن کریم پختہ یادکرنے کے بعد ابتدائی فارسی وعربی کی کتابیں سال سوم عربی تک پڑھیں۔ آپ کے عربی وفارسی کی کتابوں کے اساتذۂ کرام میں حضرت مولانا حکیم نظام الحق مہتمم ادارہ محمودیہ کے علاوہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی حبیب الرحمن خیرآبادی مدظلہ مفتیِ اعظم دارالعلوم دیوبند قابلِ ذکر ہیں۔ مفتی صاحب موصوف دارالعلوم دیوبند سے پہلے مدرسہ حیات العلوم مرادآباد اوراس سے پہلے ادارۂ محمودیہ محمدی میں تدریس وافتاء کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ رب ذوالجلال حضرت مفتی صاحب کے سایۂ عاطفت کوعرصۂ درازتک امت مسلمہ کے سروں پر قائم وباقی رکھے! آمین

جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور میں داخلہ

۱۹۶۶ء مطابق ۱۳۸۶ھ میں آپ نے متوسطات کی تعلیم کے لیے جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا یہاں آپ نے شرح جامی بحث اسم، شرح وقایہ، کنزالدقائق وغیرہ کتابوں سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا اور موقوف علیہ تام، مشکوۃ المصابیح، ہدایہ اخیرین تک درس نظامی کی تمام کتب جامعہ کے مؤقر اساتذہ کرام سے پڑھیں۔ یہاں آپ کے اساتذہ کرام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اور حضرت مولانا محمد عاقل مدظلہ موجودہ شیخ الحدیث وناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، حضرت مولانا وقارعلی بجنوریؒ، حضرت مولانا محمداللہ راجپوریؒ، مولانا محمد سلمان مظاہری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ رفقاء درس میں حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوریؒ سابق امین عام مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،

حضرت مولانا زبیرالحسن کاندھلویؒ سابق شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد، دہلی، حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوریؒ شیخ الحدیث مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ، حضرت مولانا حبیب اللہ چمپارنی مہاجر مدنیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مظاہرعلوم قیام کے زمانہ میں حضرت مولانا اسعداللہ رام پوریؒ ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور کے خصوصی خادم رہے اوران سے روحانی وعلمی افادات حاصل کرتے رہے،اس کے علاوہ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمدزکریا کاندھلویؒ کی مجالس سے بھی آپ مستفید ہوتے رہے۔

ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور کے بعد آپ نے کتب تسعہ کی تعلیم کے لیے ۱۹۶۸ء کے اواخر میں ماہ شوال ۱۳۸۸ھ میں آپ نے ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیااور کتب تسعہ پڑھ کر دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ یہاں آپ کے دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ کرام میں فخرالمحدثین حضرت مولانا فخرالدین ہاپوڑی ثم مرادآبادیؒ شیخ الحدیث وصدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند،فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ مفتی اعظم دارالعلوم سے آپ نے بالترتیب بخاری شریف اول اور ثانی پڑھی۔اس کے علاوہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند،حضرت مولانا سیدفخرالحسن مرادآبادیؒ، حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا اسلام الحق اعظمیؒ وغیرہ آپ کے اساتذہ کرام میں قابل ذکر ہیں۔

دارالمبلغین لکھنؤ میں تقرر اور درس وتدریس کا آغاز

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے جدامجد کے قائم کردہ ادارہ دارالمبلغین لکھنؤ میں آپ کا تقرر ہوگیا اور ابتداء ہی سے آپ اس ادارہ میں تدریس کے ساتھ ادارہ کے اہتمام وانصرام سے وابستہ رہے اور اپنے جدامجد کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری اور اس کو تناور اور سایہ دار درخت بنانے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کو آپ نے استعمال فرمایا اور ادارہ کو ترقیات کے بام عروج پر پہنچانے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو آپ نے صرف فرمایا اور زندگی کے آخری لمحات تک یہ خدمت آپ سے وابستہ رہی۔

آپ نے اپنی خداداد صلاحیت، علمی قابلیت اور کمال استعداد کے پیش نظر دارالمبلغین لکھنؤ کے

زیر اہتمام جہاں تشنگانِ علوم ومعرفت کی علمی تشنگی بجھائی وہیں دوسری طرف دفاع اسلام اور حقانیت و صداقت اسلام کے جھنڈے بھی گاڑے۔ دارالمبلغین میں صرف درس وتدریس کی رونقیں اور تکرار و مطالعہ کی محفلیں ہی قائم نہیں تھی؛ بلکہ اس ادارہ سے فیض پانے والے محسوس کرتے تھے کہ یہاں دفاع اسلام کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا ہے، یہاں اسلام کی حقانیت وصداقت کی آواز بھی پوری قوت اور طاقت سے بلند کی جاتی ہے، یہاں اشاعتِ اسلام اور دعوت وتبلیغ کے کام کو زندگی کا اولین فریضہ تصور کیا جاتا ہے اور طالبان علوم نبویہ کے اذہان وقلوب میں اس فریضہ کو پوری اہمیت کے ساتھ راسخ کرا دیا جاتا ہے اور دارالمبلغین کے پلیٹ فارم سے ناموسِ صحابہؓ،عظمتِ صحابہؓ، مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ترانے اور نغمے پوری قوت سے گائے جاتے ہیں۔

دینی اداروں اور تنظیموں کی سرپرستی اور رکنیت

آپ مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ لکھنؤ،مجلس تحفظ ختم نبوت لکھنؤ کے صدر تھے اور دینی تعلیمی ٹرسٹ لکھنؤ کے چیئرمین تھے۔ آپ نے اولین دو تنظیموں کے صدر کی حیثیت سے صحابہ کرامؓ کی عظمت و ناموس کی حفاظت اور مدحِ صحابہؓ کی تحریک میں اپنی تمام تر توانیاں اور صلاحیتیں استعمال کرتے ہوئے کلیدی رول ادا کیا۔ مدحِ صحابہؓ،تحفظ ناموسِ صحابہؓ،عظمتِ صحابہؓ،منقبتِ صحابہؓ، مدحِ صحابہؓ کا کام؛ چونکہ آپ کو خاندانی طور سے وراثت میں ملا تھا؛ اس لیے مذکورہ عناوین اور موضوعات پر آپ کھل کر بولتے تھے۔ اور ان موضوعات پر آپ کا مطالعہ بھی انتہائی گہرا اور وسیع تھا اور جب آپ مذکورہ موضوعات پر خطاب فرماتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شیر دہاڑ رہا ہے اور آپ فریقِ مخالف کے خلاف شمشیر برہنہ اور تیغ براں معلوم ہوتے تھے۔ اس کے ذیل میں ردشیعیت اور ردرافضیت پر بھی آپ خوب وضاحت کے ساتھ خطاب فرماتے تھے۔ اہلِ تشیع کی عبارات کو زبانی پڑھ کر سناتے تھے اور مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر مکمل طور سے آپ قدرت رکھتے تھے۔ ماہ محرم الحرام کے موقع پر ہر سال ملک بھر سے دیگر مؤقر علماء کرام بھی دعوت دیتے تھے اور اپنے زیر اہتمام ان علماء کرام کے خطابات ردّ شیعیت اور مدحِ صحابہؓ کے عنوان پر کراتے تھے۔ اس کے علاوہ ردِّ قادیانیت، ردِّ رضاخانیت، ردّ غیر مقلدیت بھی آپ کے پسندیدہ اور دلچسپی کے موضوعات تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے خلاف ہونے والے ہر حملہ آور کا آپ دندان شکن جواب دینے پر مکمل قدرت رکھتے تھے، آپ کا فرقِ باطلہ اور فرقِ ضالہ کی تردید کے حوالہ سے امتیازی مقام تھا اور

اس سلسلہ میں آپ ہندوستان کے نامور مقرر اور خطیب کے طور پر متعارف تھے اور ہر اسٹیج کی آپ رونق تھے اور ملتِ اسلامیہ کے لیے آپ عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

جمعیۃ علماء ہند سے تعلق

جمعیۃ علماء ہند اور اس کے اکابرین سے آپ کا رشتہ اور تعلق جدی اور موروثی تھا۔ آپ کے جدامجد اور پدر بزرگوار بھی جمعیۃ علماء ہند سے قلبی اور روحانی طور سے تعلق رکھتے تھے اور جمعیۃ کے اکابرین سے ان بزرگوں کے گہرے مراسم اور تعلقات تھے، وہی رشتہ آپ کو وراثت میں ملا تھا۔

چنانچہ تعلیمی امور سے فراغت اور دارالمبلغین سے وابستگی کے فوراً بعد ہی آپ نے جمعیۃ علماء ہند سے عملاً خود کو وابستہ کرلیا ہے اور جمعیۃ علماء ہند کے تعمیری، تنظیمی، تحریکی پروگراموں میں اہتمام کے ساتھ شرکت کرنے لگے تھے پھر کچھ ہی سالوں کے بعد آپ کو جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ اور ورکنگ کمیٹی کا رکن نامزد کیا تھا اور پابندی کے ساتھ آپ جمعیۃ علماء ہند کی مجالس عاملہ اور مجالس منتظمہ اور اجلاسہائے عام میں شرکت فرماتے تھے اور آپ کے پُر جوش خطابات سے عوام وخواص مستفید ہوتے تھے۔

فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے دورِ صدارت میں آپ کو ناظم عمومی کے منصب پر متمکن کیا گیا اور آپ نے ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۲ء تک ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کے منصب کو رونق بخشی اور ہر اہم اجلاس کی نظامت آپ فرماتے تھے اور سکریٹری رپورٹ بھی آپ ہی پیش کرتے تھے اور ولولہ انگیز خطاب بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے قضیہ نامرضیہ کے بعد حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ کی جانب سے آپ کو دوبارہ جمعیۃ علماء ہند (الف) کا ناظم عمومی منتخب کیا گیا اور آپ نے ۲۰۰۸ء سے ۲۰۲۰ء تک اس عہدۂ جلیلہ پر رہ کر ملک وملت کے لیے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ۲۰۲۰ء کے بعد آپ کو جمعیۃ علماء ہند (الف) کا نائب صدر بنایا گیا جس پر تاحیات متمکن رہے اور نائب صدر کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

امارت شرعیہ ہند کا تعلق

۱۹۸۶ء میں جب کل ہند طریقہ پر امارت شرعیہ ہند کا قیام عمل میں آیا اور امیر الہند و نائب امیر الہند کا ارباب حل وعقد کے عظیم اجتماع میں انتخاب عمل میں آگیا تو اس کے بعد صوبائی امارتوں کی تشکیل کا مرحلہ جب شروع ہوا تو کانپور کے عظیم الشان اجلاس میں امارت شرعیہ صوبہ یوپی کی تشکیل

ہوئی اور باتفاق آرا، امیر الہند محدث کبیر ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ اور نائب امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی موجودگی میں حضرت مولانا معین الدین گونڈویؒ شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد کو امیر شریعت صوبہ یوپی اور حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقیؒ کو نائب امیر شریعت صوبائی منتخب کیا گیا پھر کچھ ہی سالوں کے بعد میرٹھ کے ایک اجتماع میں آپ کو امیر شریعت صوبہ یوپی بنایا گیا جس پر آپ تاحیات برقرار رہے اور امارتِ شرعیہ کے تحت آپ نے ملتِ اسلامیہ کی عظیم رہنمائی فرمائی اور پابندی کے ساتھ امارتِ شرعیہ ہند کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوکر مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارسِ اسلامیہ کی رکنیت اور سرپرستی

آپ کی فعال علمی شخصیت اور صائب الرائے ہونے کی وجہ سے آپ کو اراکین شوریٰ دارالعلوم نے ۱۹۹۸ء میں دارالعلوم دیوبند کی مؤقر مجلس شوریٰ کا رکن رکین نامزد فرمایا جس پر تاحیات مکمل ۲۶ سال تک کام کرتے رہے۔ آپ پابندی کے ساتھ مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کی میٹنگوں میں شرکت فرما کر ذمہ داران دارالعلوم دیوبند کو مفید مشوروں سے نوازتے تھے۔ اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند میں جب بھی کوئی بڑا اجلاس ہوتا تو آپ کو ضرور مدعو کیا جاتا تھا اور آپ کی ولولہ انگیز اور پرازمعلومات خطاب سے شرکاء اجلاس مستفید ہوتے تھے۔ رکن شوریٰ منتخب ہونے سے پہلے بھی آپ کی بکثرت دارالعلوم دیوبند آمد و رفت رہتی تھی۔

ہمارے تعلیمی زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند میں متعدد مواقع پر تشریف لاتے رہے۔ مدنی دارالمطالعہ کا سالانہ یا ششماہی پروگرام اسی طرح عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند اور اس کے بعد رابطۂ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند اور تحفظِ حرمین اجلاس میں آپ کی تشریف آوری دارالعلوم دیوبند میں ذمہ داران دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر ہوئی اور ہر اجلاس میں آپ نے پُرمغز خطاب سے شرکاء اجلاس کو مستفید فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس انتظامی کے بھی رکن رکین تھے اور تاحیات اس ذمہ داری کو بھی نبھاتے رہے۔ اس کے علاوہ متعدد مدارس اسلامیہ کے آپ رکن مجلس شوریٰ اور سرپرست رہے جس کی تفصیل راقم کو معلوم نہیں۔

جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے بھی آپ گہرا لگاؤ اور تعلق تھا؛ کیونکہ دارالعلوم دیوبند سے پہلے مظاہر علوم ہی آپ کی مادر علمی رہی اور مظاہر علوم کے اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے

اوران سے مستفید ہونے کی سعادت آپ کو حاصل رہی۔ جب دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ میں تشریف لاتے تھے تو کچھ نہ کچھ فرصت نکال کر مظاہر علوم حاضری کی بھی کوشش فرماتے تھے۔ اگرچہ آپ باضابطہ مظاہرعلوم سہارن پور کی شوریٰ کے رکن نہیں تھے؛ لیکن ذمہ داران مظاہر علوم خاص طور پر حضرت مولانا سید محمد شاہدؒ امین عام جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور آپ سے انتظامی امور میں مشورہ فرماتے تھے اور آپ مظاہر علوم سہارن پور کے مفاد میں مفید مشوروں سے ذمہ دارانِ مظاہر علوم کو مستفید فرماتے تھے۔

تصوف وسلوک

اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس کے لیے آپ نے شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی، اگرچہ زمانۂ طالب علمی سے ہی حضرت مولانا اسعداللہ رام پوریؒ خلیفہ اجل حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا آپ کا اصلاحی تعلق قائم رہا؛ لیکن باضابطہ بیعت کا تعلق حضرت شیخ الحدیثؒ سے تعلیمی امور سے فراغت کے بعد قائم ہوا، بیعت ہونے کے بعد آپ حضرت شیخ الحدیثؒ سے برابر مربوط رہے اور شیخ کے تلقین فرمودہ اوراد و وظائف پر پابندی سے عمل پیرا رہے۔ خط و کتابت بھی جاری رکھی، حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجالس میں موقع بہ موقع حاضری بھی ہوتی رہی۔ ماہ رمضان میں گاہے گاہے اعتکاف بھی فرماتے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات تک آپ حضرت شیخؒ ہی سے وابستہ رہے۔ پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے وصال کے بعد آپ نے صاحبزادۂ شیخ الحدیثؒ برکۃ العصر پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی قدس سرہٗ سے رجوع فرمایا پھر حضرت پیر صاحبؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

نکاح اور اولاد

دائرۂ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں مولانا سید محمد مجتبیٰ حسنی نوراللہ مرقدہٗ کی دختر نیک اختر سے آپ کا نکاح ہوا۔ جن سے آپ کی اولاد میں تین لڑکے مولوی عبدالرحمٰن فاروقی، مولانا عبدالباری فاروقی، مولانا عبدالمالک فاروقی اور ایک صاحب زادی ہے۔ تینوں لڑکے ماشاء اللہ عالم وفاضل اور حافظ قرآن ہیں، مولانا عبدالباری فاورقی آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین ہیں اور دارالمبلغین

کے مہتمم اور روحِ رواں ہیں اور دونوں بھائی اپنے بھائی کے معاون ہیں اور ملت اسلامیہ کی رہنمائی اور اپنے بزرگوں کی روایات کو جاری رکھنے میں مصروف ہیں۔ داماد بھی ماشاء اللہ عالم فاضل اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس وقت قطر میں مقیم ہیں۔ رب ذوالجلال سبھی کو صلاح و فلاح کی دولت سے مالامال فرمائے!

وفات اور تدفین

آپ مختصر علالت کے بعد مؤرخہ ۱۴؍شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۴؍اپریل ۲۰۲۴ء بروز بدھ بعد نمازِ فجر ۷۶؍سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اعلیٰ علیین میں جا پہنچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر اسی دن بعد نمازِ عصر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے وسیع وعریض صحن میں آپ کے جانشین اور فرزند جناب مولانا عبدالباری فاروقی مدظلہ کی امامت میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور ''عیش باغ'' کے قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں عوام وخواص نے شرکت کی جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ذمہ داران، اساتذۂ کرام اور طلبۂ عظام کے علاوہ نمونۂ اسلاف امیر ملت اسلامیہ حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ العالی مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند بطور خاص شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے! آمین!

❋ ❋ ❋

حضرت مولانا عبدالسلام قاسمی مظفرنگریؒ

شیخ الحدیث وصدرالمدرسین مدرسہ شاہی مرادآباد

از: مولانا مفتی ریاست علی قاسمی رام پوری
استاذ حدیث ومفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

نام ونسب، وطن اور ولادت

آپ کا اسم گرامی عبدالسلام والد محترم کا اسم گرامی حافظ محمد صدیق جدامجد کا اسم گرامی عبدالحمید اور پردادا کا نام جمال الدین مرحوم ہے۔

پیموڑہ تحصیل جانسٹھ ضلع مظفرنگر صوبہ اترپردیش آپ کا وطن اصلی، جائے سکونت اور جائے ولادت ہے۔ اگرچہ آپ نے طویل عرصہ مرادآباد میں مدرسہ شاہی مرادآباد کے مکان میں جائے ملازمت کے طور پر گزارا ہے؛ مگر کبھی بھی مرادآباد کو وطن اصلی کے طور پر اختیار نہیں فرمایا۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے وطن مالوف کے مکتب اور موضع کوال ضلع مظفرنگر میں ہوئی یہاں آپ نے ناظرۂ قرآن کریم وحفظ ابتدائی دینیات، اردو اور حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

مدرسہ شمس العلوم ٹنڈھیڑہ میں داخلہ

اس کے بعد ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں آپ کا داخلہ مدرسہ شمس العلوم ٹنڈھیڑہ ضلع مظفرنگر میں عمل میں آیا یہاں ابتدائی درجات فارسی وعربی کی کتابیں پڑھیں اور سال سوم عربی کافیہ وقدوری وغیرہ کتابوں تک پڑھا۔ یہاں آپ کے خاص استاذ حضرت مولانا شبیر احمد باغوں والیؒ سابق استاذ

حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد اور سابق استاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم دیوبند رہے۔ یہاں آپ کا تعلیمی دورانیہ تین سال کے عرصہ کومحیط ہے۔

مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور میں داخلہ

اس کے بعد مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور میں آپ نے داخلہ لیا، یہاں آپ کی تعلیم کا آغاز شرح جامی وکنز الدقائق وغیرہ کتابوں سے ہوا، مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور میں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کی اور شرح جامی سے لے کر جلالین شریف اور ہدایہ اولین تک درس نظامی کی تمام کتابیں مذکورہ مدت کے اندر پڑھیں، یہاں آپ کے اساتذہ کرام میں مدرسہ مظاہرعلوم کے موجودہ ناظم وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ، حضرت مولانا صدیق احمد کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد اللہ رام پوریؒ، حضرت مولانا وقار علی بجنوریؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوریؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

اس کے بعد ۱۹۸۷ء میں آپ نے ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیاں یہاں آپ نے تین سال قیام فرمایا، پہلے سال درجۂ موقوف علیہ میں داخلہ لے کر مشکوٰۃ شریف، ہدایہ آخرین، بیضاوی شریف، شرح عقائد نسفی، سراجی، شرح نخبۃ الفکر وغیرہ کتابیں پڑھیں، دوسرے سال صحاح ستہ کی کتابیں پڑھ کر دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ تیسرے تکمیل ادب میں داخلہ لے کر عربی زبان وادب میں عبور حاصل کیا۔

اساتذۂ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران جن عبقری شخصیات سے آپ نے کسبِ فیض کیا ان میں فخرالمحدثین حضرت مولانا سید فخرالدین ہاپوڑی ثم المرادآبادی سے بخاری شریف جلد اول مکمل اور بخاری شریف جلد ثانی کے ابتدائی اجزاء پڑھے۔ اسی سال حضرت فخرالمحدثین صاحبؒ نے اپنے بڑھاپے کا عذر پیش کرتے ہوئے بخاری شریف جلد ثانی حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ مفتیِ اعظم دارالعلوم دیوبند کی جانب منتقل فرمادی اور بخاری شریف جلد ثانی کا باقی حصہ

آپ نے حضرت فقیہ الامتؒ کے پڑھا۔ دیگر اساتذۂ کرام میں حضرت مولانا سید فخر الحسن مرادآبادیؒ، حضرت مولانا بشیر احمد خاں بلندشہریؒ، حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا عبدالاحد دیوبندیؒ، حضرت مولانا نصیر احمد خاں بلندشہریؒ، حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندیؒ، حضرت مولانا معراج الحق دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد حسین بہاریؒ، حضرت مولانا اسلام الحق اعظمی، حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ، حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ قابل ذکر ہیں۔

تکمیل ادب میں آپ کے خاص استاذ حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی نوراللہ مرقدہٗ رہے اور آپ نے عربی زبان وادب میں عبور ومہارت کے لیے حضرت مولانا کیرانویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

درس وتدریس

دارالعلوم دیوبند سے علمی پیاس بجھانے کے بعد آپ نے علمی امانت کو امت مسلمہ تک پہنچانے اور علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت کے لیے تدریسی میدان میں قدم رکھا اور زندگی کے آخری لمحات تک تقریباً ۵۶؍سال آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں اور طالبانِ علوم دینیہ کی تشنگی دور فرمائی جس کی تفصیل درج ذیل ہے

مدرسہ شمس العلوم ٹنڈ ھیڑہ میں قیام

سب سے پہلے ۱۳۸۹ھ کے اخیر میں آپ کا تقرر مدرسہ شمس العلوم ٹنڈھیڑہ ضلع مظفرنگر میں عمل میں آیا اور یہاں آپ نے دوسال تدریسی خدمات انجام دیں، یہاں آپ نے علوم نبویہ کے طالبان کو ابتدائی درجات میں تمام ہی علوم وفنون کی کتابیں پوری دلچسپی اور محنت وتوجہ سے پڑھائیں، ذمہ دارانِ مدرسہ اور طلبہ آپ کی کارکردگی سے یہاں مطمئن رہے۔

جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ میں تقرر

۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے آپ کا تقرر جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ میں اس وقت کے ادارہ کے مہتمم جناب قاری عبدالرحمٰنؒ کی حسنِ طلب پر ہوا یہاں بھی آپ نے صدارت تدریس کے ساتھ مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں، یہاں آپ کا قیام ایک سال رہا اور پھر کسی

خاص وجہ سے یہاں سے آپ نے علیحدگی اختیار فرمائی۔

مئوآئمہ الہ آباد میں تقرر

ہاپوڑ سے تدریسی تعلق منقطع کرنے کے بعد آپ کا تقرر مئوآئمہ الہ آباد میں ہوا جہاں اس وقت حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن الہ آبادی مدظلہ مدرسہ کے مہتمم اور روح رواں ہیں یہاں آپ نے ایک سال قیام فرما کر درسِ نظامی کی متعدد کتابیں محنت سے پڑھائیں۔

مدرسہ طیبہ جانسٹھ میں تقرر

اس کے بعد مدرسہ طیبہ جانسٹھ ضلع مظفرنگر (یو. پی.) میں عربی کتابوں کی تدریس کے لیے آپ کا تقرر ہوا؛ لیکن آپ نے صرف آٹھ نو ماہ ہی قیام فرمایا، یہاں آپ کی طبیعت کو اطمینان اور شرحِ صدر نہیں ہوا۔

مدرسہ خانقاہ رحیمی رائے پور میں تقرر

اس کے بعد مدرسہ خانقاہ رحیمی رائے پور تشریف لے گئے یہاں آپ نے دوسال قیام فرمایا اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھانے کا آپ کو موقع ملا، اس کے بعد آپ نے خانقاہ رائے پور کے مدرسہ سے علیحدگی اختیار فرمالی۔

مدرسۃ المؤمنین میں تقرر

خانقاہ رحیمی رائے پور سے علیحدگی کے بعد آپ نے کچھ عرصہ مدرسۃ المومنین منگلور میں تدریسی خدمات انجام دیں اور یہاں بھی ابتدائی درجات کی تدریس آپ سے وابستہ رہی۔

مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں تقرر

۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۱ء کو آپ کا تقرر مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں ذمہ داران مدرسہ کی طلب پر ہوا یہاں آپ نے تین سال قیام فرمایا اور درجاتِ عربیہ میں چھوٹی بڑی کتابیں پڑھانے کی آپ کو سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کی علمی قابلیت اور صلاحیت کو سبھی خورد وکلاں تسلیم کرتے تھے۔

مدرسہ شاہی مرادآباد میں تقرر

۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں آپ کا تقرر مدرسہ شاہی مرادآباد میں مدرسہ شاہی کے ارباب اہتمام کے حسنِ طلب پر عمل میں آیا اور یہ تقرر درجۂ علیا کے مدرس کی حیثیت سے عمل میں آیا اور پہلے ہی سال سے حدیث شریف کے اسباق آپ سے متعلق رہے اور تقریباً ۴۵؍سال زندگی کے آخری لمحات تک مدرسہ شاہی سے وابستہ رہے اور غالباً تمام ہی علوم وفنون کی اعلیٰ اور ادنیٰ کتابیں پڑھانے کی آپ کو سعادت حاصل رہی۔ ابتدائی سالوں میں تقریباً ۹؍سال تک آپ صرف مدرس کی حیثیت سے مدرسہ شاہی سے وابستہ رہے، اس کے بعد ۱۴۱۰ھ میں آپ کو شیخ الحدیث اور صدرالمدرسین کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا گیا اور ناظمِ تعلیمات کی حیثیت سے بھی آپ نے خدمات انجام دیں۔ آپ نے مدرسہ شاہی مرادآباد قیام کے دوران تمام علوم وفنون کی کتابوں کے ساتھ تقریباً تمام ہی کتب حدیث کو ذمہ داری کے ساتھ پڑھایا، اس دوران دیگر کتب حدیث کے ساتھ بخاری شریف آپ نے تقریباً ۲۵؍سال پڑھائی اور ہزاروں طلبہ نے آپ سے درس حدیث پڑھا اور اجازتِ حدیث کی دولت سے سرفراز ہوئے اور زندگی کے آخری حصہ تک درسِ حدیث کی خدمت آپ سے وابستہ رہی۔ آپ نہ صرف مدرسہ شاہی مرادآباد میں؛ بلکہ پورے مرادآباد ضلع میں اپنے آخری وقت میں فخرالمحدثین حضرت مولانا سید فخرالدین ہاپوڑی ثم المرادآبادیؒ کے واحد شاگرد تھے جس درس گاہ میں آپ کے استاذ گرامی نے پچاس سال درس بخاری دیا، اس مسند پر بیٹھ کر ۲۵؍سال تک آپ کو درس بخاری دینے کی سعادت اور توفیق حاصل ہوئی۔ فالحمدللہ علی ذلک

ایں سعادت بزور بازوئے نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دارالافتاء مدرسہ شاہی سے تعلق

۱۴۰۵ھ میں مولانا مفتی ریاض الدین میرٹھی نوراللہ مرقدہٗ کے مدرسہ شاہی مرادآباد سے علیحدگی کے بعد مدرسہ شاہی کا دارالافتاء ذمہ دار مفتی سے خالی ہوگیا اور مدرسہ شاہی کے ذمہ داران نے نئے مفتی کی تلاش شروع کردی؛ لیکن عارضی طور سے دارالافتاء کے نظم ونسق کو برقرار رکھنے کے لیے افتاء کمیٹی قائم فرمادی جس کے ارکان میں آپ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب سہارن پوریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد باغوویؒ شامل تھے۔ اس کمیٹی نے ۱۴۰۵ھ سے ۱۴۰۷ھ تک دوسال کام کیا اور

طلبۂ افتاء کی تدریس وتمرین کے ساتھ فتوی نویسی کا کام بھی کیا۔ اس مدت کار میں آپ نے ۸۶ فتاویٰ تحریر فرمائے جو مدرسہ شاہی کے رجسٹر نقول فتاویٰ میں موجود ہیں، پھر حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی مدظلہ العالی کے تقرر کے بعد افتاء کمیٹی ختم ہوگئی۔

تصوف اور سلوک

تعلیم وتدریس کے ساتھ آپ کو ذکر وشغل اور تصوف وسلوک سے بھی خاص شغف تھا، آپ نے اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کے لیے شاہ عبدالعزیز رائے پوری کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور موصوف کی حیات میں موصوف ہی کے تلقین کردہ اوراد ووظائف پر پابندی سے عامل رہے اور انھیں کے زیرنگرانی اپنی زندگی کا آپ نے نظام الاوقات بنایا اوراس کے مطابق ہی زندگی گزارتے رہے، موصوف کے وصال کے بعد آپ نے شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی جانب رجوع فرمایا اور پھر شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی جانب سے آپ کو اجازت بیعت وارشاد اور خرقۂ خلافت عطا کیا گیا اور پھر پوری زندگی ذکر وشغل اور اصلاحِ امت میں آپ نے خود کو مشغول اور مصروف رکھا۔ کثیر تعداد میں عوام وخواص آپ کے دامنِ تربیت سے وابستہ اپنی اصلاح میں مصروف رہے اور کچھ لوگوں کو آپ نے خلافت واجازت کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا، جن کی تفصیل ہمارے علم میں نہیں ہے۔

اوصاف وخصائل

آپ کے والد محترم حافظ محمد صدیقؒ انتہائی دیندار شخص تھے اور انھوں نے اپنے گھر کا ماحول بھی دینی بنا رکھا تھا، دیندارانہ ماحول ہی میں آپ نے آنکھیں کھولی تھیں اور اسی دیندارانہ ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی تھی؛ اس لیے امانت، دیانت، شرافت ونجابت آپ کے امتیازی اوصاف تھے، آپ اپنی طبعی شرافت تواضع ومسکنت اور حلم وبردباری کی بنا پر ہمیشہ عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ زیادہ میل جول اور تعلقات کو وسعت دینا آپ کو ناپسند تھا۔ طلبۂ عزیز کے ساتھ آپ کا رویہ انتہائی مشفقانہ اور ہمدردانہ تھا، طلبہ کی ضروریات اوران کے علاج ومعالجہ کے لیے فکرمند رہتے تھے اور اپنی جیب خاص سے ضرورت مند طلبہ کی خاموشی سے مالی اعانت بھی فرماتے تھے۔ اساتذۂ کرام مدرسہ شاہی اور طبقۂ علماء کے ساتھ انتہائی عزت وتکریم کا مظاہرہ کرتے تھے اور جو بھی ملاقات کے لیے آتا تھا ان سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے تھے اور حسبِ موقع ناشتہ وغیرہ سے ان کی ضیافت

بھی کرتے تھے۔

راقم سطور سے بھی غایت درجہ تعلق رکھتے تھے، فون پر خیریت لیتے رہتے تھے، اگر امروہہ تشریف لاتے تو غریب خانہ پر تشریف لاکر عزت بخشتے۔ راقم سطور بھی گاہے گاہے مرادآباد آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوکر ملاقات وزیارت کا شرف حاصل کرتا تھا، آپ کے چچازاد بھائی مولانا قاری سعید احمدؒ استاذ حدیث وتفسیر جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ کا انتقال ہوا، موصوف کو اطلاع ہوئی تو آپ نے احقر کو اطلاع دی اور پھر بندہ کو ساتھ لے جاکر ہاپوڑ نماز جنازہ میں شرکت کی۔ دو سال قبل مدرسہ مطلع العلوم رام پور کی جدید عمارت کے سنگ بنیاد کے لیے بندہ کو ساتھ لے کر رام پور تشریف لے گئے اور خطاب بھی فرمایا اور سنگ بنیاد بھی رکھی، اس سنگ بنیاد کی تقریب میں مقامی علماء کرام کے علاوہ راقم سطور اور دارالعلوم دیوبند سے مولانا عبداللہ معروفی مدظلہ بھی مدعو تھے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو رب کائنات نے گوناگوں صفاتِ حمیدہ سے نوازا تھا ع

خدا بخشے بڑی ہی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

علالت، وفات، نمازِ جنازہ اور تدفین

کوئی نہ کوئی بیماری تو ہر انسان کو لاحق ہوتی ہے، آپ بھی کافی دنوں سے متعدد امراض میں مبتلا تھے؛ لیکن ان تمام عوارض و امراض کے باوجود، سال گزشتہ پورے درس حدیث دیا، پچھلے سال صحیح بخاری کے ساتھ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ آپ سے متعلق تھی، صحیح بخاری مکمل پڑھائی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کو مقررہ نصاب تک پڑھایا، ماہ رجب المرجب میں آپ کی طبیعت زیادہ خراب رہی، اس کے باوجود سبق میں پابندی سے تشریف لاتے رہے، حتی کہ مسلسلات بھی ایک ہی نشست میں شدید مرض کے باوجود مکمل پڑھائی؛ لیکن ختم بخاری اور دستار بندی کے اجلاس میں تشریف نہ لاسکے اور طلبہ دورۂ حدیث آپ کے دست مبارک سے اپنے سروں پر دستار فضیلت بندھوانے سے محروم رہے۔ اس کے بعد روز بروز بیماری بڑھتی رہی، بندہ شعبان کے آخری ایام میں حضرت مولانا عبدالناصر رام پوری نائب مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد کے ہمراہ عیادت کے لیے قیام گاہ پر حاضر ہوا، دیکھ کر فوراً سینہ سے لگالیا اور دیر تک گریہ طاری رہا۔ پھر مکمل ماہ رمضان اسی طرح علالت اور بیماری میں گزرا، طبیعت میں نشیب وفراز آتے رہے؛ لیکن صحت امید افزا نہ ہوسکی، بالآخر ۳؍شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ بروز ہفتہ دوپہر ساڑھے بارہ بجے آپ کی روح سعید آپ کے وطن مالوف پیپوڑہ میں قفسِ

عنصری سے پرواز کرگئی اورآپ اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں ابدی راحتوں کے حصول کے لیے ہمیشہ کے لیے تشریف لے گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق مرادآباد لایا گیا اور نمازِ جنازہ اسی دن دارالطلبہ لال باغ میں آپ کے صاحب زادہ اور جاں نشین حضرت مولانا سعیدالزماں قاسمی مدظلہ العالی کی اقتدار میں ادا کی گئی۔عوام وخواص کے عظیم مجمع نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی پھرآپ کی وصیت کے مطابق آپ کے موقر استاذ گرامی اورفن حدیث کے تاجورفخرالمحد ثین حضرت مولانا سیدفخرالدین مرادآبادیؒ کی آرام گاہ کے متصل ہی آپ کی تدفین عمل میں آئی۔رب ذوالجلال آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اوراعلیٰ علیین میں مقام رفیع عطافرمائے! آمین!

پس ماندگان

آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال آپ کی حیات ہی میں کافی عرصہ پہلے ہوگیا تھا۔دیگر پسماندگان میں تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں اور سبھی ماشاء اللہ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ بڑے صاحب زادہ مولانا سعیدالزماں قاسمی ہیں جو مدرسہ بحرالعلوم کشن پورضلع مظفرنگر کے مہتمم ہیں اور تصوف وسلوک میں آپ کے جانشین ہیں، دوسرے فرزند مولانا وحیدالزماں قاسمی قصبہ میراں پور ضلع مظفرنگر میں ایک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، تیسرے صاحب زادے حافظ عبدالقادر آپ کی خدمت میں مرادآباد رہتے تھے وہ مرادآباد میں اپنے ذاتی کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔رب العالمین تمام ہی پس ماندگان کو صلاح وفلاحِ دارین سے سرفرازفرمائے! آمین!

❋ ❋ ❋

رئیس المجودین
حضرت قاری احمد اللہ بھاگل پوریؒ

از: مولانا محمد منظور رامین
اسعد نگر ملوا، باڑمیر راجستھان

برصغیر کی علمی دانش گاہ دارالعلوم دیوبند سے علمی انتساب کی برکت سے آسمانِ علم وعمل کے آفتاب وماہ تاب علمائے ربانیین اور علم وادب کے فلک پر چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھنے کا سنہرا موقع بفضلہٖ تعالیٰ مقدور ہوا، ان کی بابرکت صحبتوں میں بیٹھنے اوران کی علمی مجلسوں سے مستفید ہونے اور ان کی تدریسی محفلوں میں مسلسل دوسال تک جرعہ کشی کا دور زندگی کا ایک سنہرا باب ہے، ان دیدہ برگزیدہ شخصیات میں کچھ تو سفر آخرت پر روانہ ہوکر داغِ مفارقت دے چکی ہیں؛ لیکن اپنی علمی تابناکیوں اور عملی ضوفشانیوں کی بہ دولت ان کا ذکر جمیل نغمۂ جاوید کی طرح مچلتا رہے گا اور کچھ بفضلہٖ تعالیٰ بہ قید حیات علمی کاموں میں سرگرمِ عمل ہیں، اللہ انھیں سلامت باکرامت رکھے!

بعض شنیدہ علمی شخصیات ایسی ہیں، جن کے علمی کارہائے نمایاں کے بارے میں تواتر سے سنتے رہنے کی وجہ سے غائبانہ طور پر ان سے عظمت ومحبت کا وہ رشتہ قائم ہوا ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور لوح قلب پر ان کی عقیدت کے ایسے شوخ اوران مٹ نقوش ثبت ہوگئے، جو محو نہیں ہو سکتے، وہ اپنی علمی مہک اور عملی مقناطیسی قوت کی وجہ سے ہمہ گیر شہرت کے حامل ہیں، انھوں نے دل سوزی سے دل ساز افراد کی کھیپ تیار کی اور رات دن کی پرواہ کیے بغیر سرد وگرم حالات کا پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے رجال سازی کے میدان میں اپنا قافلۂ حیات رواں دواں رکھا، جس کی برکت سے ہر علم دوست اور دین دار شخص کے دل میں بسے ہوئے ہیں۔

رئیس المجودین حضرت اقدس مولانا وقاری ''احمد اللہ'' بھاگل پوری نوراللہ مرقدہٗ ایک بافیض اور

عالمی شہرت یافتہ قاری اور عالم باعمل تھے، جو اپنی نیکی پارسائی، خدا ترسی، اتباعِ سنت، تواضع فروتنی جیسے ستودہ صفات کی وجہ سے، ہر ایک کے منظورِ نظر تھے، بجا طور پر امت کو ان پر فخر تھا، اور رہے گا، حضرت قاری ''احمد اللہ'' بھاگل پوریؒ نے خدمتِ قرآن میں جس جان کاہی اور کوہ کنی کے ساتھ اور علم تجوید کے حوالے سے جن نا قابل فراموش خدمات میں اپنی متاعِ زندگی کا ہر لمحہ صرف کیا، بحمدہ تعالی ان کو عالمی پیمانے پر بڑی پذیرائی حاصل ہوئی، جن کے اعتراف میں درون ملک اور بیرونی ممالک میں مدْرَسی زندگی سے منسلک ہر فرد رطب اللسان ہے، انھوں نے اپنی موہوبی صلاحیت ولیاقت اور اپنے اساتذہ کی خدمت اور ان کی دل وجان سے عزت وتوقیر کی برکت سے فنِ قراءت میں امامت کا درجہ حاصل کیا اور ساری زندگی تصحیح قرآن میں کھپا کر کلام الٰہی سے عشق کی اعلیٰ مثال قائم کر دی، فن تجوید میں ان کی شخصیت مرجعیت کے حامل تھی، اس فن میں ان کی مساعی جمیلہ کو دیکھتے ہوئے انھیں علامہ ''ابن الجزری ثانی'' کے خطاب سے نوازا گیا، ملک کے ہر کونے میں ان کا فیض ان کے جاں نثار باکمال شاگردوں کی شکل میں جاری وساری ہے، ان کے ممتاز شاگردوں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے، جو فن قراءت وتجوید کے حوالے سے ایک لاثانی مقام کے حامل ہیں، ان کا دل قرآن کے عشق سے مخمور تھا، قرآن کی خدمت اور اس کے علوم وفنون کی نشر واشاعت کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔

حضرت کا آبائی وطن ''کرن پور''، ضلع ''بھاگل پور، بہار'' ہے، ان کی ابتدائی تعلیم اور عم پارہ کی تکمیل مختلف اساتذہ کے پاس گاؤں کے مکتب میں ہوئی، حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لیے جامعہ اصلاح المسلمین ''چمپا نگر بھاگل پور'' میں داخلہ لیا، مذکورہ مدرسہ میں بڑی جاں فشانی کے ساتھ مختلف اساتذہ کے پاس حفظ قرآن کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے تکمیل حفظ کی سعادت ملک کے مشہور ادارہ مدرسہ شاہی ''مراد آباد'' میں حاصل کی، اس کے بعد فارسی کی کچھ کُتب شاہی ''مراد آباد'' میں رہ کر پڑھیں، باقی ماندہ فارسی کتابیں جامعہ ''مونگیر''، ''بہار'' میں مکمل کی، مزید تعلیم کے لیے ''دارالعلوم دیوبند'' کے لیے رخت سفر باندھا، یہاں کے عرفانی نورانی ماحول میں رہ کر فقہ کی مشہور ومعروف کتاب ''ہدایہ'' تک تعلیم حاصل کی، پھر دوبارہ اپنے مادر علمی شاہی ''مراد آباد'' کے قافلہ علم وعمل سے منسلک ہو کر سنہ ۱۳۹۳ہجری میں سند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

ابتدائے عمر سے ہی فن قراءت وتجوید سے ایک قلبی لگاؤ؛ بل کہ عشق تھا؛ چناں چہ مدرسہ کے

روٹینی نظام کے تحت حفظ قرآن کے ساتھ خارجی اوقات میں بلا ناغہ ترتیل کی مشق کیا کرتے تھے، اس فن کے ماہر اساتذہ بالخصوص حضرت قاری کامل صاحبؒ کے پاس کثرت سے آمدورفت کا سلسلہ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا، حفظ کے بعد حضرت قاری کامل صاحبؒ کے پاس بہ روایت حفص سبقاً سبقاً قرآن مکمل کیا، دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کے ساتھ فن تجوید کی طرف پوری توجہ اور یک سوئی کے ساتھ مختلف قرا، کے پاس مشق کا سلسلہ جاری رکھا، اس فن سے دل چسپی اور تجوید سے وارفتگی کی بنا پر دارالعلوم دیوبند جیسی علمی درس گاہ چھوڑ کر دوبارہ حضرت قاری کامل صاحبؒ کے دامن سے وابستہ ہوئے، اور عالمیت کا نصاب پڑھنے کے ساتھ ترتیل کی مشق کرتے رہے، ان کی ذاتی محنت لگن اور حضرت قاری کامل صاحبؒ کی توجہ کی برکت کا نتیجہ تھا کہ سند فضیلت حاصل کرنے کے ساتھ فن قرا، ت وتجوید میں ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کام یاب ہوئے۔

آغاز تدریس کا پس منظر

تدریسی آغاز اس طرح ہوا کہ ملک کے مشہور ادارہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے شعبۂ قرا، ت و تجوید کے استاذ جلیل حضرت قاری محمد عباس صاحب دھرم پوری مستعفی ہو کر جامعہ ترکیسر میں مدرس ہوگئے، اس زمانہ میں جامعہ ڈابھیل کے باتوفیق مہتمم حضرت مولانا سعید احمد بزرگؒ نے اس شعبہ میں خالی منصب کو پر کرنے کے لیے ملک بھر میں تلاش شروع کردی؛ چناں چہ ان کی عقابی نگاہ حضرت قاری کامل صاحب پر مرکوز ہوئی اور انھوں نے قاری کامل صاحب کو بہ ذریعہ خط جامعہ میں بہ حیثیت صدر القرا، آنے کی پیش کش کی؛ لیکن قاری صاحب نے اپنے اعذار اور بڑھاپے کا عذر کرتے ہوئے اپنے ہونہار، نور نظر حضرت قاری احمد اللہ صاحبؒ بھاگل پوری ثم ڈابھیلی کا نام پیش کردیا اور ساتھ ہی اپنے اس خلوص کیش وفا شعار شاگرد کے تئیں وقیع پُر اعتماد کلمات لکھ کر جوابی خط واپس بھیج دیا؛ چناں چہ مولانا سعید احمد بزرگ نے قاری کامل صاحب کی تجویز پر جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کو جو اس زمانہ میں شاہی مرادآباد میں مدرس تھے، قاری کامل صاحب کا جوابی خط مع اپنی تحریر روانہ کردیا، حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم کو جب یہ خط موصول ہوا، تو انھوں نے اپنے اس چہیتے شاگرد کو بلا کر آگے لائحۂ عمل کے متعلق ان کا عندیہ معلوم کیا، تو ہُما نصیب شاگرد نے دارالعلوم دیوبند میں دوبارہ داخل ہو کر تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کی بات کہی، تدریسی سوال کے جواب میں کہا کہ علاقے کے ہی مدرسے میں خدمت کا ارادہ ہے؛ لیکن حضرت مولانا ارشد مدنی اور قاری

کامل صاحب نے جامعہ ڈابھیل میں تقرری کی بات کی، تو با ادب بُعدِ مکانی اور ماحول سے عدمِ مناسبت کا عذر کردیا؛ لیکن ان دونوں بزرگوں کا بااصرار ڈابھیل جا کر تدریسی مشغلہ شروع کرنے کا حکم سن کر ہامی بھردی اور دارالعلوم دیوبند میں مزید علمی پیاس بجھانے اور علاقے میں رہ کر دینی خدمت کرنے کے جذبے کو اپنے اساتذہ کے حکم کے سامنے پامال کرتے ہوئے ۱۱رشوال ۱۳۹۴ہجری کو جامعہ ڈابھیل آئے اور اس طرح آئے کہ جامعہ ''ڈابھیل'' سے جنازہ اٹھا، تقریباً پچاس سال ''ڈابھیل'' میں رہ کر علم تجوید کو اس طرح پروان چڑھایا کہ رہتی دنیا تک ان کی خدمات یاد رکھی جائے گی اور اس فن کی خدمت کے حوالے سے ان کا نام جلی عنوان سے رقم ہوگا، ان کی خدمت کا دائرۂ کار بالعموم پورے ملک اور بالخصوص صوبۂ گجرات کی سرزمین میں وسیع تھا، جب حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ نے بہ حیثیت استاذ سرزمین جامعہ ''ڈابھیل'' کو اپنی علمی جولان گاہ بنایا، اس وقت پورے گجرات میں کسی بھی معیاری ادارے میں اردو روایت حفص کے علاوہ سبعہ اور ثلاثہ کا کوئی نظم اور تصور بھی نہیں تھا، حضرت قاری صاحب نے اپنی فنی قابلیتوں وصلاحیتوں کو روبہ عمل لاتے ہوئے سبعہ و ثلاثہ کے ایک نوخیز پودے کی تخم ریزی کا کام کیا، پھر اپنے خونِ جگر سے اس کی سینچائی کرتے ہوئے اپنی ذاتی جدوجہد اور خدائی توفیق کے سہارے اس کو ایک ایسا تن آور درخت بنادیا، جس کے برگ و بار سے گجرات ہی نہیں؛ بل کہ ملک کے دیگر صوبہ جات سے طلبہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے سر زمین گجرات کی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

انھوں نے اپنے مخصوص تربیت یافتہ پرداختہ شاگردوں کی ٹیم تیار کی، جنھوں نے اپنے استاذ کی طرح دلی کڑھن اور جاں سوزی سے تصحیح قرآن کا اہتمام کیا، ملک کے نام ور ادارہ ''جامعۃ القراءت کفلیتہ سورت'' کے بانی ومبانی حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ دامت برکاتہم اور حضرت قاری ثناء اللہ بھاگل پوری دامت برکاتہم حضرت قاری صاحبؒ کے خصوصی اور جاں نثار شاگردوں میں ہیں، حضرت قاری اسماعیل نے حضرت بھاگل پوریؒ کے ایما اور ان کے حکم سے جامعہ کی داغ بیل ڈالی، حضرت قاری اسماعیل اور حضرت قاری صاحبؒ کے اخلاص اور بے پناہ مساعی جمیلہ اور نالۂ سحر گاہی کی برکت سے جامعہ کو فنِ قراءت میں چند سالوں میں ہی مرکزیت حاصل ہوگئی، اس جامعہ کی من جملہ خصوصیات میں سے ایک نمایاں امتیازی خصوصیت یہ ہے اس میں زیر تعلیم طلبہ کی ایک ہزار کی اتنی بڑی تعداد میں کوئی طالب علم غیر حافظ نہیں ہے، جامعہ کے بانیان کے تجویز کردہ اساسی قوانین میں

غیر حافظ طالب علم جامعہ میں داخلہ کا مجاز نہیں ہوگا، شاید ملکی؛ بل کہ عالمی سطح پر کوئی ایسا ادارہ عاجز کی نگاہ میں نہیں ہے، جس کو یہ امتیاز حاصل ہو، جامعہ کفلیتہ فن تجوید وقراءت کے حوالے سے عالم اسلام کے ان چند گنے چنے جامعات میں شمار ہوتا ہے، جن کے فیض یافتوں، خوشہ چینوں کی ایک بڑی تعداد پورے عالم اسلام میں دینی، قرآنی خدمات میں سرگرم عمل ہے اور نا آشنائے تکان تدریسی وقرآنی سرگرمیوں میں محوسفر ہیں۔

ان کے ممتاز شاگردوں کی فہرست بہت لمبی ہے، دنیا میں پھیلے بہ واسطہ اور بلا واسطہ ان کے سیکڑوں خوشہ چینوں کا شمار اس مختصر سے مضمون میں قدرے مشکل ہے، حضرت قاری صاحبؒ کے تلامذہ کی فہرست تیار کرنے کا کام بہ حسن وخوبی اور مطلوبہ معیار کو پورا کرنا حضرت کے شاگردوں کے علاوہ دوسرے شخص کا روگ نہیں ہے؛ البتہ اس کم سواد؛ بل کہ بے سواد کی نظر میں ان کے کچھ مخصوص تربیت یافتہ حضرات کے نام ہیں، جو فن تجوید وقراءت میں اپنے معاصرین میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اور ملک کے چیدہ اور چنیدہ قراء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

(1) شیخ القراء حضرت مولانا وقاری عبدالرؤوف بلندشہری، دامت برکاتہم، استاذ دارالعلوم دیوبند

(2) حضرت مولانا وقاری شفیق الرحمٰن بلندشہری زید مجدہٗ، استاذ دارالعلوم دیوبند

(3) حضرت مولانا وقاری عبداللہ پاٹودی دامت برکاتہم، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند، وحال صدرالمدرسین قاسم العلوم چانیوں کی ڈھانی جواہر پورہ

(4) حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ دامت برکاتہم، بانی ومہتمم جامعۃ القراءات کفلیتہ

(5) حضرت قاری ثناء اللہ دامت برکاتہم صدرالقراء جامعۃ القراءت کفلیتہ

1402 ہجری میں جب حضرت قاری احمد اللہ بھاگل پوریؒ حضرت فدائے ملتؒ کی تحریک پر دارالعلوم دیوبند میں شعبۂ تجوید میں استاذ مقرر ہوئے تھے، اُس وقت جانشین فدائے ملت حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیت علمائے ہند نے ان سے تجوید پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

حضرت قاری احمد اللہ بھاگل پوریؒ کا دارالعلوم پوکرن میں ورودِ مسعود اور ان کی زیارت

حضرت قاری صاحبؒ 2015 میں مادر علمی دارالعلوم پوکرن میں انتظامیہ کی دعوت پر پہلی مرتبہ

تشریف لائے، حضرت کی آمد پر راجستھان بھر سے مدارس کے مہتمم حضرات اور اساتذۂ کرام کا ایک جم غفیر شریکِ اجلاس تھا، اس موقع پر عاجز بھی حاضر تھا، بعد نماز مغرب دارالعلوم پوکرن کی پرشکوہ نئی تعمیر شدہ دارالحدیث میں اسٹیج سجایا گیا، تمام حاضرین سراپا شوق بن کر حضرت کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے راہ تک رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد دارالعلوم پوکرن کے اساتذہ کی معیت میں سبک سیری کے ساتھ ہاتھ میں عصا لیے ایک فرشتہ نما ذی وجاہت عاشق قرآن نمودار ہوئے، حسن ان کی بلائیں لے رہا تھا، ان کی شخصیت کی رعنائی وزیبائی قابل دید تھی، ان کے وجیہ دل ربا چہرے پر گھنی داڑھی بہت خوش نما لگ رہی تھی، سر پر بڑا خوب صورت عمامہ دعوت نظارہ دے رہا تھا، سحر خیزی، ذکر اللہ کے آثار ان کے چہرے سے ہویدا تھے، موٹی موٹی آنکھیں، ان پر موٹا سا چشمہ، اور صباحت لیے گول چہرہ پر حاضرین نظریں جما کر محظوظ ہو رہے تھے، یہ حضرت کی پہلی اور آخری زیارت تھی، پروگرام کی ضروری کارروائی مکمل ہونے کے بعد حضرت کو دعوت خطاب دی گئی، انھوں نے خطبہ مسنون کے بعد دارالعلوم پوکرن کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دارالعلوم میں جاری شعبۂ قرارت وتجوید کے حوالے سے کہا کہ دارالعلوم پوکرن نے اس شعبے میں مختصر وقت کے اندر بے مثال کام یابی حاصل کی ہے، اس شعبہ سے منسلک طلبہ کا پروگرام سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ اساتذہ اور طلبہ محنت، لگن اور جاں فشانی کے ساتھ اس فن کی آب یاری میں مصروف عمل ہیں اور انھوں نے کہا کہ دارالعلوم کی چہار دیواری میں کیف وسرور آمیز نورانیت کا احساس ہوا، اس ادارے کے اساس گزار حضرات کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ یہ ادارہ روز افزوں ترقی کی شاہ راہ پر گام زن ہے، مزید خطاب کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میرے اتنے طویل ترین سفر کا اہم مقصد دارالعلوم جیسی بافیض صوبائی مرکزیت کی حامل درس گاہ دیکھنے اور اس کی خدمات کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے سوا کچھ نہیں اور دارالعلوم پوکرن کے مہتمم حضرت قاری محمد امین دامت برکاتہم جیسے ولی صفت بزرگ اور عظیم نسبتوں کی حامل شخصیت کی زیارت اور ان سے ملاقات میری حاضری کا سبب ہے، حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کا اصلاحی تعلق حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنیؒ سے ہے، وہ ان کے دست گرفتہ ہیں، ان کے عظیم خلفا میں ان کا نمایاں مقام ہے، میں بھی خان وادائے مدنی کا ایک غلام ہوں، میرا حضرت فدائے ملتؒ سے بیعت کا تعلق قائم تھا، بایں وجہ مجھے حضرت مہتمم صاحب سے پیری بھائی کے رشتے کا شرف حاصل ہے، اس نسبت کے احترام میں میری حاضری سعادت مندی کی بات ہے۔

حضرت قاری احمد اللہ بھاگل پوریؒ اپنے بزرگوں اور اساتذہ کے بڑے عاشق زار اور ان کی نسبتوں کے بڑے قدر داں تھے، اپنے استاذ حضرت قاری محمد کامل نوراللہ مرقدہ کا تذکرہ کرتے اشک بار ہو جاتے تھے، خاص طور سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے گھرانے سے عشق تھا، اپنی درسی مجلسوں، نجی محفلوں اور عوامی پروگراموں میں مدنی گھرانے کا بڑے شوق و ذوق سے ذکر کرتے، ان کی علمی و عملی خوبیوں کی مدح سرائی اور ان کے دینی مجاہدانہ کارناموں کے ذکرِ خیر میں ہمہ لمحہ رطب اللسان رہتے تھے، اپنے شیخ حضرت فدائے ملتؒ کی اتباع میں زندگی بھر کھادی کے علاوہ دوسرے کپڑے زیب تن نہیں کیے، ترجیحی طور پر کھدر پوشی کو پسند کرتے تھے اور اس کے بڑے دل دادہ تھے، اسی نسبت کے احترام کی برکت تھی کہ انھوں نے زندگی بھر قرآنی صدائے دل نواز کو چہار دانگِ عالم میں پھیلایا اور خيركم من تعلّم القرآن و علمه، کے بابرکت قافلہ میں شریک رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت کرے اور چھوڑے اور چھیڑے ہوئے کاموں کی تکمیل کا اپنے خزانۂ غیب سے سامان پیدا کرے اور جامعہ ڈابھیل کو ان کا نعم البدل عطا کرے!

❋ ❋ ❋

نئی کتابیں

(۱)

نام	:	گلدستۂ ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ
مرتب	:	پروفیسر مولانا عبیداللہ خان قاسمی، ڈین یونانی میڈیسن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
صفحات	:	۶۷۲ قیمت: ۵۰۰ روپے
ناشر	:	حبیب بک ڈپو علی گڑھ۔ 8791196492
تعارف نگار	:	ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

====================

''خُذُوا العِلْمَ مِنْ اَفواہِ الرجال'' یہ بعض اہل دانش کا قول ہے،اس کا مطلب ہے کہ اہل علم کے منھ سے نکلی ہوئی باتوں سے علم حاصل کرو، بزرگوں کے ملفوظات کی بڑی اہمیت ہے؛اس لیے کہ اہل علم اُن باتوں کو لیتے ہیں جو اہم ہوتی ہیں، پھران میں سے اُن باتوں کو بولتے ہیں جو اُن کے نزدیک زیادہ اہم ہوتی ہیں، اہل علم کی زبان پر قیمتی باتیں آتی ہیں ان میں علوم واسرار ہوتے ہیں، اہل اللہ کی زبان معرفت سے بھرپور ہوتی ہے، جو جتنا بڑا ہوتا ہے،اس کی باتیں اتنی بڑی اور گہری ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے تبلیغی جماعت کو منظّم کیا، جس کو موصوف کے والد مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے شروع فرمایا تھا اور یہ کام چہاردانگ عالم میں پھیل گیا، خلق خدا کی ہدایت کا باعث بنا، خالی مسجدیں بھر گئیں، لگے ہوئے مسلمانوں کی زبانیں ذکر خدا سے تروتازہ رہنے لگیں، بنگلہ والی مسجد میں لگایا ہوا پودا شجر سایہ دار ہوگیا، تشنہ کاموں کے لیے سیرابی کا باعث بنا، مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات، ارشادات اور مکتوبات کو متعدد اہلِ قلم نے جمع کیا ہے، ان میں کلمہ، نماز، علم وذکر، اکرامِ مسلم، اتباعِ سنت، تزکیہ، تفویض، استقامت، دعوت، تصوف، علماء کی ذمہ داری، دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ وطہارت سے متعلق زریں اقوال وہدایات ہیں۔ یہ ملفوظات دعوتی طریقۂ کار کے لیے سنگِ میل ہیں؛ چند ملفوظات ملاحظہ کیجیے!

(۱) جو شخص دوسروں کو نماز چھوڑتے ہوئے دیکھ کر اس کا بندوبست نہ کرے گویا وہ اس بات پر راضی ہے کہ دین برباد ہوجائے۔ (ص ۴۱۵)

(۲) اِرْحَمُوا مَنْ فِي الارض الخ کو لوگوں نے بھوکوں کے ساتھ خاص کرلیا ہے؛ حالاں کہ یہ عام ہے دین سے محروموں کو بھی شامل ہے۔ (ص ۴۱۳)

(۳) دعوت وتبلیغ کے دو بازو ہیں علم اور ذکر (ص ۱۷) صبح وشام کا کچھ حصہ علم وذکر میں گزارنا ضروری ہے۔ (ص ۳۳)

(۴) دو چیزیں آسان ہیں ان کے کرنے سے سارا دین آسان ہوجاتا ہے؛ ایک کلمہ؛ دوسری نماز (ص ۴۰)

(۵) جہاں مشکل پیش آئے سمجھو کہ کامیابی کی کنجی وہیں دفن ہے۔ ص ۴۳)

(۶) اعمال میں جی لگنے اور مزہ آنے کا خیال نہ کریں۔ (ص ۴۶) وغیرہ اس طرح کے ملفوظات کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی خانقاہ میں بیٹھا ہوں اور شیخ طریقت کے فیضان سے مستفیض ہورہا ہوں۔ راقم کا تاثر یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ میں لگنے والی شخصیات کے لیے یہ مجموعہ خصوصی طور پر مفید ہے۔

حضرت مولانا کے ملفوظات کو مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، جناب افتخار فریدی، میاں جی رحیم بخش اور جناب اسماعیل بھوجانے مرتب کیا تھا، دارالعلوم دیوبند کے قابلِ فخر سپوت ڈاکٹر مولانا عبیداللہ خان قاسمی مدظلہ (ڈین: اے، ایم یو علی گڑھ) نے ان سب کو اکٹھا کردیا، پھر ان پر تعلیقات رقم کیں، جن میں کہیں اجمال کی تفصیل ہے، کہیں اشکال کا جواب اور کہیں مشکل کی تسہیل یا ابہام کی تشریح ہے۔ موصوف تبلیغی تحریک کے فعال رکن اور گہرے علم کے حامل ہیں، مفتی احمد خان پوری مدظلہ کے خلیفہ ہیں؛ انھوں نے اپنی تعلیقات کو کتابت میں ممتاز رکھا ہے اور ''ع'' کا رمز بھی رقم کیا ہے۔ اب یہ مجموعہ زیادہ قیمتی ہوکر منظر عام پر آیا ہے، جی چاہتا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات کو بالاستیعاب پڑھوں؛ مگر توفیق نہیں مل رہی تھی، اب بہت آسان ہوگیا، اللہ کرے کہ اہلِ علم وفضل اور عام قارئین اس سے استفادہ کریں، افادۂ عام کے لیے موصوف کو سارے عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ کردینا چاہیے۔ (ص ۱۴۳، ۱۵۰، ۸۰) جیسا کہ انھوں نے بعض جگہ کیا ہے (ص ۸۱)۔

ملفوظات پڑھنے والوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ملفوظات فتوے نہیں ہوتے اور نہ ہی

تحقیقی مقالے ہوتے ہیں؛ ہر ملفوظ کو نص قرار دینا مشکل ہے؛ اس لیے کہ عموماً ناقل پوری بات نقل نہیں کرتا ہے اور نہ پس منظر لکھتا ہے، عموماً اشارات لکھ کر مجلس کے بعد اسے اپنے الفاظ میں مرتب کرتا ہے، مخصوص اصطلاحات اور علمی باتوں کو اگر دوسرا آدمی ترتیب دے تو کمی بیشی کا در آنا یقینی ہوجاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ملفوظات کی بنیاد پر صاحب ملفوظات کو نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ہاں! اُن کی خوبی سے خوب خوب استفادہ کیا جانا چاہیے! آیئے! ملفوظات پڑھیے، لطف لیجیے، کہیں اشکال ہو تو اہل علم سے پوچھیے! ضرور فائدہ ہوگا، نگاہ کو رونق اور دل کو سکون حاصل ہوگا۔ مذکورہ مجموعہ بہت مفید ہے، اس میں تکرار ہے؛ مگر وہ قند مکرر کی طرح۔ کتابت، طباعت، کاغذ اور ترتیب سب جاذب ہیں، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں!

❊ ❊ ❊

(۲)

نام کتاب	:	تحفۃ العبقری شرح سنن الترمذی (جلد دوم)
افادات	:	محدث کبیر مولانا محمد اکرام علیؒ شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل
ترتیب	:	جناب مفتی محمد امانت علی قاسمی، استاذ ومفتی دارالعلوم وقف دیوبند
اشاعت اوّل	:	۲۰۲۴ء
صفحات	:	۵۵۲ قیمت: (درج نہیں)
ناشر	:	جامعہ اسلامیہ رشید العلوم چمپانگر، بھاگل پور، بہار
رابطہ	:	مفتی محمد امانت علی قاسمی 7207326738
تعارف نگار	:	ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

====================

''سنن ترمذی'' حافظ حدیث امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ (۲۰۹ھ تا ۲۷۹ھ) کی معروف کتاب ہے، موصوف کی تصنیف ذخیرۂ حدیث میں ممتاز ہے، انھوں نے امام بخاری سے بھی علم حدیث حاصل کیا ہے، موصوف کی یہ تصنیف روزِ اوّل سے ہی مقبول ہے، محدثین نے اس کی شرحیں لکھی ہیں، ان میں علمائے دیوبند کا نام نمایاں طور پر لیا جاسکتا ہے، معارف السنن، العرف الشذی، اور المسکُ الذکی عربی زبان میں لکھی گئیں اور اردو زبان میں درسِ ترمذی، تقریرات ترمذی، معارف مدنیہ اور تحفۃ

اللامعی نہایت عمدہ شرحیں ہیں۔تحفۃ العبقری بھی عبقری شخصیت کی ایک قیمتی شرح ہے،اس میں فاضل دارالعلوم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے شیخ الحدیث حضرت مولانا اکرام علیؒ کے درسی افادات مرتب کیے جارہے ہیں،مرتب محترم جناب مفتی امانت علی قاسمی ہیں،موصوف نے اس عظیم ترین ذمہ داری کو بڑی عرق ریزی سے نبھایا ہے، درسی افادات کو پڑھنا، پھراسے تحریری انداز میں مرتب کرنا،حوالے تلاشنا، اشکالات کوحل کرنا،تشنہ مقامات میں قارئین کے لیے سیرابی کی خاطر مغز پچی کرنا، پھر لائق اشاعت مرحلے تک پہنچانا سب کے بس کی بات نہیں ہے۔راقم حروف نے پہلی جلد اور دوسری کو دیکھاہےان میں جوخوبیاں نظرآئیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) ساری حدیثوں پرنمبرلگایا گیا ہے جس سے حدیث تلاش کرشرح ملاحظہ کرنا ہر قاری کے لیےآسان ہوگیاہے۔

(۲)الفاظ کی تحقیق میں لغت،قواعدنحوصرف اورتعلیلات وغیرہ کی باریکیاں واضح کی گئی ہیں۔

(۳) ابھی عبادات کے ابواب چل رہے ہیں ان میں بہت سے مسائل میں اہلِ حدیث (غیرمقلدین)اوراحناف کا اختلاف شدید ہےان مقامات پرکافی شرح وبسط کےساتھ گفتگوکی گئی ہے۔مثلاً قراءت خلف الامام پر بائیس صفحے لکھے گئے ہیں،اسی طرح جمع بین الصلاتین اوراذان کی بحث بھی بڑی طویل ہے۔

(۴)حنفی مسلک کے سنت نبوی سے قریب ترین ہونے کی مدلل ترجمانی خوب کی گئی ہے۔ مسالک ثلاثہ کی تفصیلات بھی اچھی طرح درج ہیں۔

(۵) حواشی میں تخریجاتِ روایات پربھی بڑی محنت کی گئی ہے۔

(۶) کمزوراستعداد قارئین کے لیےساری عبارت پراعراب لگانے کاالتزام کیا گیاہے۔

(۷) متعدد جگہوں پر ایسے نکتے بیان ہوے ہیں کہ طبیعت مچل اٹھتی ہے۔(ص۲۷،ص۴۲۲ وغیرہ)افادات اکابرکالطف بھی خوب آتاہے۔

غرض یہ کہ ''تحفۃ العبقری'' سنن ترمذی کی کامیاب شرح ہے، اس میں قاری کے لیے تسلی کا سامان خوب موجود ہے۔کتابت کی غلطیاں بھی شاذ ونادر ہی ہیں۔اس کی پہلی جلد ۲۰۱۵ء میں شائع ہوکرقارئین سےخراج وصول کرچکی ہے۔یہ دوسری جلد بھی تشنہ کاموں کی سیرابی کے لیے عمدہ مشروب ہے۔اللہ تعالیٰ قبولیت سےنوازیں!اورصاحبِ افادات اورمرتب کے لیے ذریعۂ نجات بنائیں!

❋ ❋ ❋

(۳)

نام : ''دوماہی رہنمائے میوات''
خاص نمبر برائے حضرت مولانا محمد اسحاق میواتیؒ
(بابت ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق مئی وجون ۲۰۲۴ء)
مرتبین : اراکین مجلس ادارت
ضخامت : ۷۵۲ قیمت: ۸۰۰روپے
ناشر : اسلامک اکیڈمی میوات مبارک پور 8059730648
تعارف نگار : ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

====================

''دوماہی مجلّہ رہنمائے میوات'' کا خاص نمبر میرے سامنے ہے، اس میں حضرت مولانا محمد اسحاق میواتیؒ پر لکھے گئے مضامین، مقالات، تاثرات، خاکے، منظومات، قصائد اور مراثی شامل اشاعت ہیں، موصوف اپنے اوصافِ حمیدہ، خدماتِ جلیلہ اور استعدادِ فائقہ کی وجہ سے صرف علاقۂ میوات نہیں، پورے ہندوستان کے لیے باعثِ فخر ہیں، ان کی عبقریت کو بڑے بڑے اساطین نے تسلیم کیا ہے، انھیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت استاذ محترم مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مولانا ضیاء الحق دیوبندی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، انھوں نے ملک کی معاصر عبقری شخصیات سے علوم اور تربیت باطن حاصل کی۔ مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین، مدرسہ سبحانیہ دہلی، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، مدرسہ امینیہ دہلی میں علمی تشنگی بجھائی، مدرسہ معین الاسلام نوح میوات، مدرسہ رحیمیہ مہدیان دہلی، دارالعلون نوح میوات میں تدریسی خدمات انجام دیں، حضرت شاہ ولی اللہ کی آخری فرودگاہ کے قریب صحیح بخاری اور حجۃ اللہ البالغہ کے اسباق پڑھائے اور سنت نبوی اور اسرار شریعت کے جام کے جام لٹائے، اصلاحِ معاشرہ کی بے لوث خدمات انجام دیں، دعوت وتبلیغ کے ذریعے علاقۂ میوات کے شرکیہ ماحول اور بدعتی معاشرے کی فضا کو ایمان کی بادِ بہاری سے معمور کرنے کی اَن تھک کوششیں کیں، فرقِ باطلہ کے تعاقب میں بھی تیز رفتار گھوڑے دوڑائے، فتنۂ قادیانیت کو کھدیڑ کھدیڑ کر تہِ تیغ کیا۔ اشاعتِ دین اور فروغِ اسلام کے لیے مختلف الجہات عناوین پر خامہ فرسائی کی۔ مضامین ومقالات لکھے، اخلاف کے لیے ''آپ بیتی'' لکھی؛ تاکہ وہ اُسے سنگ میل بنا کر چلیں اور اشاعتِ اسلام کی خدمات منظّم طریقے

سے انجام دے سکیں۔ موصوف عربی زبان میں بھی حیرت انگیز استعداد رکھتے تھے، عربی شاعری پر بھی قادر تھے ''الدرالمثقوبہ'' کے نام سے عربی شاعری کا مجموعہ شائع بھی ہوا ہے۔

غرض یہ کہ موصوف کی زندگی متاثر کن ہے، ان کی خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے، ''رہنمائے میوات'' کا یہ اقدام بڑا پسند آیا کہ انھوں نے شخصیت کے مختلف پہلو پر معاصر اہلِ علم وقلم سے نگارشات لکھوائے، اگر اس مجموعے کو سامنے رکھ کر موصوف کی سوانح مرتب کی جائے تو وہ سوانح جامعیت کے وصف سے موصوف ہوگی، زندگی کے پوشیدہ واقعات، قابلِ قدر کارنامے سامنے آئیں گے جو قارئین کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔ یہ ''اشاعت خاص'' راقم حروف کو پسند آئی، مواد، ترتیب، کاغذ، ٹائٹل اور طباعت ہر لحاظ سے معیاری ہے، امید ہے کہ اہلِ ذوق اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور مولانا محمد اسحاق میواتیؒ اور ان کے کارناموں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ان کی مفید روش پر چل کر قوم وملت اور دینِ اسلام کی خدمات انجام دیں گے۔ وباللہ التوفیق!

❊ ❊ ❊

(۴)

نام	:	ارمغانِ میوات: اشاعت خاص (۲۰۲۴ء)
		بیاد: مولانا عبدالسبحان خاں میواتیؒ
مرتب	:	ڈاکٹر عارف الیاس ندوی
ضخامت	:	۵۳۶ قیمت: ۶۰۰/روپے
ناشر	:	مولانا عبدالسبحان خان اکیڈمی میوات 9811867395
تعارف نگار	:	ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

===================

''ارمغان میوات'' کا خاص نمبر میرے سامنے ہے، مولانا عبدالسبحان خان میواتی پر لکھے گئے مضامین، مقالات، خاکے، تاثرات، خراجِ عقیدت اور قصائد ومراثی پر مشتمل ہے، موصوف کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ''میوات کا شاہ ولی اللہ'' کہتے تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بھی خاص تعلق تھا، موصوف کی خدمات سے معاصر اکابر متاثر تھے، اِن کے اساتذہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا ضیاء الحق دیوبندی ہیں، انھیں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے خصوصی تعلق

تھا، انھیں حضرات کی قیادت میں تبلیغی اسفار کیا کرتے تھے، میوات کے شرکیہ ماحول میں ایمان کی باد بہاری لانے میں مولانا عبدالسبحان خاں کا بہت بڑا حصہ ہے، مولانا سادگی، زہد، قناعت، استغنار، فنائیت، گریہ وزاری، گوشہ نشینی اور عبادت گزاری کے اوصاف سے متصف تھے، پوری زندگی درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ میں صرف فرمائی، انھوں نے تدریس کے ساتھ امامت کو بھی اختیار کررکھا تھا، اس طرح قوم کی رہبری ان کے لیے آسان ہوئی، مدرسہ زینت العلوم قائم کیا جو بعد میں مدرسہ سبحانیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ مولانا کی زندگی کے نشیب وفراز اخلاف کے لیے سنگِ میل کا درجہ رکھتے ہیں؛ اس لیے ''ارمغانِ میوات'' کے مرتب نے موصوف کی شخصیت پر اہلِ قلم سے مقالات ومضامین لکھوائے، خاکے مرتب کروائے، قصائد ومراثی نظم کرائے پھر ان سب کو سلیقے سے مرتب کیا۔ اس کے لیے عرق ریزی کی۔

یہ خاص نمبر سات ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں اکابر کے تاثرات ہیں۔ دوسرے اور تیسرے باب میں خاکے اور مقالات ہیں۔ تیسرے باب میں مولانا عبدالسبحان خان کے فرزندان کی خدمات شامل کی گئی ہیں۔ پانچویں باب میں دوخواتین کی خدمات مذکور ہیں۔ چھٹا باب موصوف کے نامور تلامذہ کے تعارف اور ان کے تذکروں پر مشتمل ہے اور ساتویں باب میں نظمیں ہیں، جن میں مولانا میواتی کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے، ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے اور ان کی رحلت پر مرثیائی انداز میں غم وکرب کا اظہار کیا گیا ہے؛ لیکن یہ کربلائی مراثی سے یکسر مختلف ہیں۔

''ارمغان میوات'' کا یہ اقدام بڑا ہی قابلِ تحسین ہے، ان کے عزائم ہیں کہ میوات کی شخصیات، زبان وادب اور یہاں کی تحریکات پر بھی خاص نمبرات شائع ہوں، اللہ کرے کہ ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوجائے!

غرض یہ کہ مولانا عبدالسبحان خان میواتیؒ پر اس خاص نمبر میں اچھا خاصا مواد جمع ہوگیا ہے، اگر ان کی سوانح مرتب ہوتو اس میں مختلف پہلو کا مواد مل جائے گا۔ اللہ کرے کہ اس کا بھی موقع نصیب ہو اور موصوف کی شخصیت سے اہلِ ذوق واقف ہوں اور ان کی زندگی کے مفید کارناموں کو سنگِ میل بناسکیں۔

''ارمغان میوات'' کا یہ خاص نمبر مجھے پسند آیا، مواد، ترتیب، کتابت، طباعت اور کاغذ سب پسند آئے، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں! وما توفیقی اِلّا باللہ۔

❊ ❊ ❊

احوال و کوائف

رپورٹ
مشاورتی اجلاس بسلسلہ ردشکیلیت و دیگر فرقِ باطلہ

از: مولانا مفتی اشرف عباس قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند و کنوینر مشاورتی اجلاس

مسلمانوں کے لیے ہدایت اور نجات، عقائد واعمال میں قرآن وسنت کی مکمل پیروی میں منحصر ہے، جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے منہج سے ہم آہنگ ہو، اسی منہج کو اہل السنۃ والجماعۃ کے نام سے پہچانا جاتا ہے، جس کی کامل اور معتبر نمائندگی اس آخری دور میں حضرات اکابر علماء دیوبند نے کی ہے؛ لیکن اسلام دشمن طاقتوں کی ہر دور میں یہ کوشش رہی ہے کہ امت کو راہ ہدایت سے ہٹایا جائے، اسی مقصد کے لیے مختلف تحریکات مختلف ناموں سے سامنے آتی رہی ہیں، جس کی واضح مثال گزشتہ صدی میں رونما ہونے والا فتنہ قادیانیت ہے، آج کل کچھ اسی انداز کا ایک نیا فتنہ مدعِی مہدویت ومسیحیت شکیل بن حنیف کا ہے، جو فی الحال اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں مقیم ہے، اس کا دائرۂ اثر بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس فتنے کی سرکوبی اور عامۃ المسلمین کو زیغ وضلال سے بچانے کے لیے دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ عاملہ منعقدہ 13 ذی قعدہ 1445ھ نے فیصلہ کیا کہ مزید مؤثر اقدامات عمل میں لائے جائیں، نیز اس مقصد سے ملک کے ہر علاقے سے خصوصاً متاثرہ علاقوں کے ذمہ داران اور اس میدان میں کام کرنے والے فکر مند افراد کو جمع کر کے موجودہ صورت حال پر غور کیا جائے اور کوئی مزید مؤثر اور مفید لائحہ عمل طے کیا جائے۔

چنانچہ اسی مقصد سے مؤرخہ 14 صفر المظفر 1446ھ مطابق 22 اگست 2024 بروز جمعرات صبح ساڑھے آٹھ بجے اس سلسلے کا ایک مشاورتی اجلاس، دارالعلوم دیوبند میں منعقد کیا گیا، جس میں ملک بھر سے ردِ فرقِ باطلہ کے میدان میں عملی خدمات انجام دے رہے منتخب علماء وفعال شخصیات کے علاوہ متعدد ارکان مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کے اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ نے اپنے پرمغز خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ دینی جذبات رکھنے والے، دینی تعلیم سے بے بہرہ نوجوانوں کو دنیا کے حالات سے مایوس وخوف زدہ کر کے علماء سے دور کیا جاتا ہے، اور پھر انھیں شکیل بن حنیف جیسے لوگوں کے فتنے کا شکار بنایا جاتا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت مہدی تو انقلابی اقدامات کریں گے جن سے کفریہ طاقتوں پر کاری ضرب لگے گی، جب کہ شکیل بن حنیف روپوشی کی زندگی گزار رہا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ پرانے فتنے دوبارہ ابھر رہے ہیں، جب کہ مخلوط تعلیم اور حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی سے بھی نئی نسل کے ایمان کو خطرہ ہے۔ آپ نے وضاحت فرمائی کہ شکیلیت، فیاضیت اور گوھر شاہیت وغیرہ واضح کفریہ عقائد ہیں، جب کہ انجینئر علی مرزا اور جاوید احمد غامدی جیسے لوگ جو دین کی مسخ شدہ تشریح کرتے ہیں، یہ گمراہ افکار کے حامل ہیں، جو افکار بالآخر اسلام سے دوری پر منتج ہوتے ہیں، اس وقت خصوصاً شکیلیت کے فتنے پر مشاورت کے لیے یہ اجتماع طلب کیا گیا ہے۔ اس فتنے کا پوری قوت سے مقابلہ کرنا ضروری ہو گیا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ حضرات اپنے اوقات کا کچھ حصہ فارغ کریں، بڑے مدارس اپنے نظام میں اس کی گنجائش نکالیں تا کہ اس موضوع پر کام کیا جاسکے۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہم نے اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ دارالعلوم محض تعلیم گاہ نہیں ہے، یہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا مرکز بھی ہے۔ دورِ نبوت کے بعد ہر گزرتے دن کے ساتھ فتنوں میں اضافہ ہوگا، ان کے سدِباب کے لیے علماء کو اکابر دیوبند کے نقشِ قدم پر تا دمِ مرگ محنت کرنی ہوگی۔ آپ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ اور دارالعلوم وجمعیت علمائے ہند کی قادیانیت اور رافضیت کی تردید میں مساعی کا ذکر فرمایا، نیز فرمایا کہ قادیانیت کا شکار عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو معاشی طور پر پریشان حال ہوتے ہیں، انھیں معاشی امداد کے بہانے قادیانیت کے جال میں پھانس لیا جاتا ہے۔ جب کہ شکیلیت سے متاثر ہونے والوں کا اصل مسئلہ جہالت ہے، انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں اور آخر الزمان کے بارے میں دین کی صحیح تعلیمات سے واقف کرانا ہوگا۔

دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے رکن مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کشمیری مدظلہ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ آخر زمانے میں فتنوں پر فتنے آئیں گے، ایک فتنے کے سدِ باب کے بعد نئے فتنے رونما ہوں گے، اور ان کا مقابلہ تسلسل کے ساتھ کرنا ہوگا۔ آپ نے

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے حوالے سے بتلایا کہ فتن کے رد کے لیے چار صفات کا ہونا ضروری ہے؛ ایمانی حس، جس سے انسان خود فتنوں کی آہٹ بھانپ لے۔ غیرت، جواُسے فتنوں کے خلاف متحرک کردے۔ شجاعت، جو اسے ردِ فتن میں آنے والی مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت دے اور علم وفضل، جو اسے قرآن وسنت کی صحیح دلائل سے واقف اور باطل کے فاسد مغالطوں پر مطلع کردے۔ آپ نے کہا کہ اہلِ باطل کے سرغنوں کے احوال کے بارے میں بھی خوب تحقیق کی جانی چاہیے، اس سے نئے گوشے سامنے آتے ہیں اور ان کا تعاقب کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ آپ نے بڑے مدارس سے مطالبہ کیا کہ وہ ردِّ فتن کے لیے مختص لائبریری قائم کریں۔ آپ نے توجہ دلائی کہ دارالعلوم نے ماضی میں وندے ماترم کی مخالفت کی تھی، اس جیسے اور بھی نازک ارتدادی فتنے بھی درپیش ہیں اور ارتداد کا مسئلہ غیر معمولی توجہ کا متقاضی ہے۔ اس سلسلے میں مکاتب کا قیام ایک بنیادی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہم محدث دارالعلوم دیوبند نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ کام کی عملی شکل متعین کرنا ضروری ہے۔ آپ نے کہا کہ قادیانیت کی طرح شکیلیت کی پشت پناہی بھی حکومت کررہی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز حرمین شریفین نہ ہوں بلکہ ہندوستان کے اندر رہو۔

حضرت مفتی محمد راشد صاحب اعظمی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند وناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے بیان میں یہ یقین ظاہر کیا کہ دارالعلوم کی سرپرستی سے ردِ شکیلیت بھی ردِ قادیانیت کی طرح ایک تحریک بن جائے گی، اور شکیلیت بھی قادیانیت کی طرح دم توڑ دے گی۔ آپ نے بتایا کہ شکیل میں ایک بھی علامت مہدی کی نہیں ہے، نیز کئی مثالوں سے واضح کیا کہ شکیلی احادیث کی پیشین گوئیوں میں کس طرح مضحکہ خیز دوراز کار تاویلات کرکے جاہل عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ آپ نے توجہ دلائی کہ شکیل کے پیروکار عموماً صلحاء جیسی ہیئت میں رہتے ہیں۔ ہمارے کام کا ہدف وہ شکیلی ہونے چاہئیں جو متاثر ہیں؛ لیکن مبلغ نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کے تائب ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

حضرت مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری استاذ حدیث دارالعلوم ومعاون ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت نے دورانِ گفتگو کہا کہ مسلمانوں کے عقائد واعمال کی حفاظت ہر ہر عالمِ دین کی منصبی ذمے داری ہے اور یہ ذمے داری تادمِ آخر ہے۔ آپ نے یہ مشورہ دیا کہ صحیح افکار ومعلومات کی تبلیغ وترسیل کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کیا جائے۔

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب رابطہ مدارس عربیہ مغربی اترپردیش زون (۲) کے صدر نے اپنی گفتگو میں تین نکاتی تجویز پیش کی۔ اول یہ کہ مدارس کے اخیر درجات کے طلباء کو فتنوں کے

حوالے سے خصوصی ٹریننگ دی جائے اور انھیں مواد مہیا کیا جائے۔ دوم یہ کہ مساجد کے ائمہ ومؤذنین کو اس فتنے کی صورتحال اور اس کے تدارک کے طریقوں سے واقف کرایا جائے۔ سوم یہ کہ عصری تعلیم گاہوں کے اساتذہ وطلباء کی اس فتنے کے تعاقب سلسلے میں ذہن سازی کی جائے۔

جناب مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ عوام کے ذہن و دل میں دینی عقائد وافکار کو پختہ کر دیا جائے تو فتنے اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ موصوف نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی ضلعی وصوبائی یونٹیں قائم کرنے کا مشورہ دیا۔

دارالعلوم کے رکن شوریٰ مفتی شفیق احمد صاحب بنگلور نے اپنی گفتگو میں یہ تجویز پیش کی کہ عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس موضوع پر تیار کیا جائے تاکہ وہ عوام سے اور یونیورسٹی وکالج کے طبقے سے ان ہی کی زبان میں بات کرسکیں اور انھیں مطمئن کرسکیں۔

مظاہر علوم سہارنپور کے امین عام مفتی محمد صالح صاحب مدظلہ نے فتنوں کے مقابلے کے لیے چارنکاتی تجویز پیش کی:

(۱) ائمہ وخطبائے مساجد عوام کے سامنے ختم نبوت سے متعلق آیات واحادیث کی عام فہم تشریح کرنے کا معمول بنائیں۔

(۲) مدارس کے سالانہ جلسوں میں اس موضوع کو بھی شامل کیا جائے تاکہ عوام کی بڑی تعداد تک یہ پیغام پہنچے۔

(۳) صحیح عقائد کی ترویج اور باطل افکار کی تردید پر مشتمل عام فہم کیلنڈر اور پمفلٹ تیار کیے جائیں۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے ساتھ خاتم الرسل، آخری نبی، وغیرہ القاب بولنے کا معمول بنایا جائے تاکہ عوام کے ذہن میں یہ تصور راسخ ہوجائے۔

مفتی اسعد قاسم صاحب سنبھلی مہتمم جامعہ شاہ ولی اللہ مرادآباد نے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ شکیل بن حنیف سے ان کا جو تحریری مناظرہ 2012 سے 2014 تک ہوا، اس میں شکیل کے تمام دعاوی اور عقائد کی پول کھل چکی ہے اور اس پورے مناظرے کی روداد تحقیق کے ساتھ تدوین کے مرحلے میں ہے۔ آپ نے اس فتنے کے تدارک کے لیے درج ذیل تجویزیں پیش کیں:

(۱) دارالعلوم کی سرپرستی میں ملک گیر سالانہ مشاورتی اجلاس الگ الگ خطّوں میں کیا جائے، جس میں پہلے روز کام کرنے والوں کی کارگزاری پیش کی جائے۔

(۲) مہدی کی صحیح حیثیت کو واضح کرکے علماء کو ظہورِ مہدی اور علاماتِ قیامت کے موضوعات پر

خصوصی تربیت دی جائے۔

(۳) علماء کی نگرانی میں عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک ٹیم تیار کی جائے جو مقابل فریق کے عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کا سامنا کرے۔

(۴) حسّاس علاقوں میں اہلِ باطل سے پہلے پہنچیں، وہاں رفاہی کام کریں۔اہلِ باطل رفاہی کام کے راستے ہی عوام کو ہدف بناتے ہیں۔

اس سلسلے میں آپ نے مزید فرمایا کہ تلنگانہ کے مولانا ارشدعلی صاحب مدظلہ نے مجھے بتلایا کہ ہم تحفظِ ختم نبوت کی محنت کے ساتھ ساتھ پانچ سو گاؤوں میں رفاہی سرگرمیاں بھی انجام دے رہے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ حیدرآباد کے سکریٹری مولانا ارشدعلی صاحب مدظلہ نے اپنے بیان میں بتلایا کہ انھوں نے اپنے یہاں اسکول کی آٹھویں جماعت سے گریجویشن تک کے طلباء کے لیے سنیچر اوراتوار کو ہفتہ واری تفہیمِ ختم نبوت ورکشاپ، مردوں وخواتین کے لیے درسِ عقائد، اسکولوں اور بنات کے مدارس میں ختم نبوت کوئز کا نظم بنارکھا ہے۔آپ نے زوردے کر یہ کہا کہ عقائد کے تحفظ کے لیے محض اجتماعی کوششیں کافی نہیں ہیں بلکہ عوام سے فرداً فرداً ملاقات کا نظم بنانا ضروری ہے۔

بنگال رابطے کے صدر اور صوبائی وزیر مولانا صدیق اللہ صاحب چودھری نے اپنی گفتگو میں رابطۂ مدارسِ اسلامیہ کے صوبائی ذمے داران کو متوجہ کیا کہ وہ ردِ شکیلیت کے سلسلے میں مشاورتی میٹنگیں طلب کریں۔آپ نے کہا کہ مدارس کو اپنے فنڈ میں دس فیصد حصہ اسی کام کے لیے مختص کیے جانے کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے،اور ہفتے یا ماہ میں ایک دن تحفظ ختم نبوت کا پروگرام رکھنا چاہیے۔

جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے استاذ حدیث مفتی محمود صاحب بارڈولی نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ تحفظِ عقائد کے موضوع کو مکتب کے نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔جن علاقوں میں لوگ نوزائدہ فتنوں سے واقف ہیں، وہاں نام لے کران فتنوں کی تردید نصاب میں شامل کی جائے،اور جہاں لوگ ان سے واقف نہیں ہیں وہاں بغیر نام لیے صرف مثبت طور پر صحیح عقائد کی تعلیم دی جائے۔آپ نے حدیث شریف کے حوالے سے خصوصی ترغیب دی کہ فتنوں کے سدِّ باب کے لیے راتوں کی دعائیں خاص اثر رکھتی ہیں،اس لیے راتوں کو دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔

رابطہ مدارس مشرقی اترپردیش زون نمبر(۱) ایک کے صدر مفتی اقبال صاحب کانپوری نے فرمایا کہ مسلمانوں کو توحید، رسالت اور آخرت کے تینوں بنیادی عقیدوں کی پختہ تعلیم دی جائے تو یہ فتنے اپنی موت آپ مرجائیں۔توحید کی تعلیم سے گوہرشاہی، رسالت کی تعلیم سے قادیانی اور آخرت و علاماتِ قیامت کی تعلیم سے شکیلی فتنے کا قلع قمع ہوجائے گا۔

مولانا عمادالدین صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت نظام آباد تلنگانہ نے اپنی گفتگو میں مولانا ارشد علی صاحب کے ذکر کردہ تفہیمِ ختمِ نبوت ورکشاپ کی ترغیب دی، اور مجلس تحفظِ ختمِ نبوت نظام آباد کے زیرِ اہتمام سینکڑوں مکاتب کے نظام کا تعارف کرایا۔

مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری استاذ حدیث جامعہ مسجد امروہہ نے فرمایا کہ اِس وقت کا سب سے تیز رفتار فتنہ الحاد ہے، ملحدین کا سب سے بڑا ہدف اسلام ہے، اوران کے کام کا پلیٹ فارم سوشل میڈیا ہے۔ضرورت ہے کہ ملحدین کے مقابلے کے لیے علمائے کرام کی ایک ٹیم تیار کی جائے جو سوشل میڈیا پر فعال ہو۔

کل ہند رابطہ مدارس عربیہ مغربی اتر پردیش زون نمبر(۱) کے صدر جناب مولانا قاری شوکت علی صاحب نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے دردمندی کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ علماء اپنے دلوں میں تحفظ عقائد کی غیر معمولی تڑپ پیدا کریں گے تبھی کام ہوگا۔آپ نے تحفظِ عقائد اور تحفظِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں فدائے ملت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ کی فکرمندی اور خدمات کا ذکرِ خیر کیا۔

مفتی لطیف الرحمٰن صاحب ممبئی نے فرمایا کہ جنگی پیمانے پر ایسی زمینی کوشش کی ضرورت ہے جو عوام کے ہر طبقے تک پہنچ جائے۔آپ نے کہا کہ جمعیت علمائے ہند کو اسی طرح متحرک ہونا پڑے گا جس طرح تحفظِ سنت کی تحریک جمعیت علماء نے برپا کی تھی۔

مفتی ابوالکلام صاحب بھوپال ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت مدھیہ پردیش نے فرمایا کہ ہر جمعے کو ردّ فتن کے لیے دارالعلوم کی طرف سے خطبے اِرسال کِیے جانے چاہئیں۔آپ نے کہا کہ بعض دعوتی تنظیموں کی طرف سے مسجدوں میں تحفظِ عقائد کے کام میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے، انھوں نے دارالعلوم سے اپیل کی کہ اس سلسلے میں لیٹر پیڈ پر تحریر جاری کی جائے جس میں فتنوں کا نام لے کر ان کے خلاف کام کرنے کی ترغیب دی جائے، اور اس کام میں رکاوٹ بننے والوں کو تنبیہ کی جائے کہ وہ اپنے اس عمل سے باز رہیں۔آپ نے بطورِ خاص توجہ دلائی کہ نئی تعلیمی پالیسی کے تناظر میں نئی نسل کو شرک کے اثرات اور ارتداد سے بچانے کے لیے انھیں صحیح عقائد گھٹی میں پلا دیے جائیں۔

مولانا عبدالباری صاحب فاروقی نے فرمایا کہ فتنۂ شکیلیت سے ختمِ نبوت کے عقیدے پر زد پڑتی ہے، اور ختمِ نبوت کا عقیدہ دین کی ریڑھ کی ہڈّی ہے۔آپ نے ولولہ انگیز انداز میں علماء کو ان کی ذمے داریوں کے تئیں متوجہ فرمایا۔

انجینئر ذیشان صاحب نے مشورہ دیا کہ علماء وعوام کی تربیت کے لیے الگ الگ پروگرام منعقد کِیے جائیں، اور مستقل کام کے لیے کوئی باضابطہ ترتیب بنائی جائے۔

رابطہ مدارس عربیہ مشرقی یوپی زون نمبر (۲) کے صدر جناب مفتی اشفاق صاحب نے تمام شرکا، کی تجاویز کی تائید فرماتے ہوئے بالخصوص اس بات کی تاکید کی کہ تحفظِ عقائد کے لیے کام کرنا علما، کی منصبی ذمے داری ہے، اوراس ذمے داری سے کوئی مَفر نہیں ہے۔

مفتی محمد حذیفہ صاحب قاسمی بھیونڈی نے مطالبہ کیا کہ ادارۃ المباحث الفقہیہ کی طرز پر مجلس تحفظ ختم نبوت کی ایک مرکزی کمیٹی بنائی جائے، جو مستقل بنیاد پر سرگرم ہو، اس کے مسلسل اجتماعات ہوں، اور کمیٹی کے لیے ایسے منجھے ہوئے افراد کا انتخاب کیا جائے جو عقائد و درسیات پر گرفت رکھتے ہوں اور اپنے اکابر کے احوال سے باخبر ہوں، دارالعلوم میں مبلغین کی تقرری پر خصوصی توجہ دی جائے۔ آپ نے کہا کہ اجلاس سے زیادہ اہمیت تربیتی کیمپ، سوال جواب اور مذاکرے کو دی جائے۔

مفتی ذیشان حسن قادری صاحب نے اپنی گفتگو میں یہ تجویز دی کہ حجاج و معتمرین کو اس سلسلے میں تربیت دے کر بھیجا جائے کیوں کہ شکیلی مبلغین بلادِ حرمین میں بھی متحرک ہیں۔ آپ نے بتلایا کہ گوہر شاہی فتنے سے بدعتی طبقہ خصوصاً متاثر ہو رہا ہے، اور اس سلسلے میں ان کے اداروں اور ذمے داروں سے بات چیت کر کے انھیں بھی بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ تبلیغی جماعت کے بہت سے افراد، دینی گھرانوں کی خواتین اور حفاظِ کرام بھی شکیلیت سے متاثر ہو رہے ہیں۔ حفاظ میں بالخصوص عقائد کی پختگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

رابطہ مدارس مشرقی یوپی زون (۱) معاون صدر حافظ عبدالقدوس صاحب کانپور نے تجویز دی کہ ہر مدرسے میں ردِ فتن پر ایک شعبہ ہو، جس کے تحت ہر ہفتے ایک وفد اطراف و نواح میں تبلیغی اصلاحی دورے پر جایا کرے۔

مفتی امتیاز صاحب سیتاپور گجرات نے فرمایا کہ ناخواندہ جاہل طبقہ نیز مزدور طبقہ بالخصوص شکیلیت کی زد میں ہے، اور تحفظِ عقائد کے لیے فرداً فرداً محنت کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

مولانا نجم الحق صاحب مظاہری مصدق رابطہ مدارس ضلع مرشد آباد نے اپنے بیان میں یہ کارگزاری سنائی، کہ ہم نے ایک ضلع میں اجتماعی دستخطوں کے ساتھ انتظامیہ کو یہ تحریر سپرد کی کہ شکیلی ایک غیر مذہب کے متبعین ہیں جو مسلمانوں میں گھس پیٹھ کر رہے ہیں، انتظامیہ نے ان پر روک لگا دی اور اب وہاں شکیلی کچھ مخفی سرگرمیوں تک محدود ہو گئے ہیں۔

مفتی محسن صاحب اورنگ آباد نے اپنی تجاویز میں کہا کہ تحفظِ عقائد کے لیے محض دفاعی و جوابی پوزیشن لینا کافی نہیں ہے؛ بلکہ عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں، غربا، و مزدوروں تک خود اقدامی طور پر پہنچ کر انھیں صحیح عقائد کی تعلیم دینا ہماری ذمے داری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عوام الناس کو وقت دینا علما،

کے لیے ضروری ہے، یہ ایک فرضِ کفایہ ہے اور اس کی بجا آوری کے لیے افرادی قوت کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں دارالعلوم کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ نیز میدانِ کار کے منتخب افراد پر مشتمل پانچ چھ ٹیمیں بنائے جو شہر شہر جا کر عوام الناس کی ذہن سازی کرے، جو مقامی سطح پر افراد سازی کے لیے معاون ثابت ہو۔

مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب صدر رابطہ مدارس عربیہ بہار نے ایک اہم مسئلے کی جانب توجہ دلاتے ہوئے بتلایا کہ بعض جگہوں میں شکیلیوں نے کم قیمت پر سامان فروخت کرنے والی دکانیں کھول رکھی ہیں اور ان کے ذریعے سادہ لوح عوام تک رسائی حاصل کر کے انھیں اپنے فتنے کے جال میں پھانس رہے ہیں۔

کل ہند رابطہ مدارس عربیہ کے رکن عاملہ جناب مولانا عبدالقادر صاحب نے اجلاس کو سراہتے ہوئے بتلایا کہ بعض نوجوان جو شکیلیت سے متاثر ہو گئے تھے، جب ہم نے ان کے سرپرستوں سے رابطہ کیا اور انھیں بتلایا کہ آپ کا بچہ مرتد ہو گیا ہے، تو انھوں نے ہم سے سوال کیا کہ یہ نوجوان جو پہلے شراب نوشی کے عادی تھے اور اب پہلی صف کے نمازی بن گئے، ان کے بارے میں ہم کیسے مان لیں کہ یہ گمراہ ہیں؟ اس سوال پر مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری نے عقیدہ کی اہمیت اور عقیدے کے بغیر عمل کی بے وزنی کو اجاگر کیا، نیز ایک تحقیقی کتاب شکیلیت اور خوارج کی جانب رہنمائی فرمائی جس میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ بہت نیک اور عبادت گزار بن کر رہنے والے بھی دین وعقیدہ کے دشمن ہو سکتے ہیں اور ایسے گروہ کی پیشینگوئی خود حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

مولانا زین العابدین صاحب بنگلور نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ انہوں نے حج کمیٹی سے رابطہ کر کے بعض شکیلیوں کا سفر منسوخ کرایا جو حج یا عمرے کے لیے جا کر وہاں فتنہ پروری کرنا چاہتے تھے۔

مفتی رئیس صاحب اتراکھنڈ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں کام کرنے والوں کو جرأت پیدا کرنی ہوگی، مقدمات برداشت کرنے ہوں گے، انتظامیہ کو اور مقامی غیر مسلموں کو آگاہ کرنا ہوگا کہ شکیلی مسلمان نہیں ہیں۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ شکیلی مرتدین کے نکاح فسخ ہو جاتے ہیں، ان کی بیویوں کو ان سے علاحدہ کر کے میکے بھیجا جائے، نیز شکیلیوں کے خلاف تبدیلیِ مذہب کے مقدمات درج کرائے جائیں۔

مولانا ہارون صاحب پانی پت نے فرمایا کہ ہم نے اپنے علاقے میں حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کی تحریک پر قادیانیت کے خلاف محنت کی اور وہاں سے قادیانیوں کے 17 نمائندوں کو نکالا۔ آپ نے کہا کہ ہمیں تحفظِ عقائد کے کام میں تبلیغی جماعت کے احباب کی

جانب سے پورا تعاون حاصل رہا۔

مولانا وکیل الحسینی صاحب نے نیپال میں تحفظِ ختمِ نبوت کی مساعی اور اس سلسلے میں حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کی خاص توجہات اور ان کی فکرمندی کا جذباتی ذکرِ خیر فرمایا۔

مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری مدظلہ نے ردِ فتن اور تحفظِ عقائد کے سلسلے میں متفقہ اعلامیہ اور تجاویز پیش فرمائیں، نیز مدارسِ اسلامیہ کے تحفظ اور ترقی کے سلسلے میں تجاویز مولانا شوکت علی صاحب قاسمی بستوی مدظلہ نے پیش فرمائیں۔ (رپورٹ کے اخیر میں تجاویز کا متن ملاحظہ فرمائیں)۔

پروگرام کا آغاز قاری آفتاب صاحب مدظلہ استاذ تجوید وقراءت دارالعلوم دیوبند کی تلاوت اور مولوی ذیشان متعلّم دارالعلوم دیوبند کی نعت خوانی سے ہوا۔ نظامت کے فرائض کل ہند رابطہ مدارس عربیہ کے ناظم عمومی حضرت مولانا شوکت علی صاحب بستوی استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند اور احقر اشرف عباس قاسمی نے انجام دیے۔ حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی ناظم کل ہند مجلسِ تحفظ ختم نبوّت ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے حاضرینِ مجلس کا شکریہ ادا کیا، اور صدر مجلس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ کی پرسوز دعاء پر اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

اجلاس کے دیگر اہم شرکاء میں دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی واساتذہ علیا کے علاوہ یوپی سے رکن شوریٰ دارالعلوم مولانا عاقل صاحب گڑھی دولت، رکن شوریٰ جناب مولانا انوار الرحمٰن صاحب بجنور، مولانا حبیب اللہ مدنی، مولانا محمد راشد مظاہر علوم، مولانا عبدالمالک مغیثی، مولانا عتیق الرحمٰن بجنور، مولانا محمد اسلم رامپور، مفتی طاہر حسین ہرسولوی، مولانا ایوب صاحب ہاپوڑ، مفتی منظور احمد ادری، مولانا ابوالکلام صاحب لکھنو، کانپور سے مولانا اظہار مکرم اور قاری عبدالمعید صاحب رائپور سے مولانا عبدالحی صاحب۔

بہار وجھارکھنڈ سے مولانا شاہد انور بانکا، مولانا یحیٰی صاحب مادھو پور، مفتی صابر صاحب دربھنگہ، مولانا خالد انور پٹنہ، مولانا بلال غیاث الدین، مفتی مناظر نعمانی، مولانا خالد انور قاسمی، قاری مسعود احمد کشن گنج، جناب مولانا نعمت اللہ صاحب دُمکا۔

مہاراشٹر سے حافظ محمد اقبال ملی، قاری محمد صادق صاحب ومفتی ثاقب صاحب چیتا کیمپ، ڈاکٹر عزیر دست گیر صاحب ممبئی، مولانا مزمل صاحب وجناب عارف عبدالعزیز صاحب پونے، مولانا مصعب خاں ممبرا، مفتی قاسم جیلانی ومولانا زبیر شبیر صاحب دھولیہ، جناب الطاف شیخ صاحب احمد نگر قاری ضیاء الرحمان صاحب اورنگ آباد، جناب مولانا صغیر صاحب ممبئی۔

تلنگانہ وآندھرا پردیش سے مفتی صدیق احمد نلگنڈہ، مولانا ایوب صاحب وعبدالرؤف صاحب ورنگل، مولانا ابرار الحق شاکر رنگا ریڈی، جناب مولانا خواجہ محی الدین رائچوٹی، مولانا غیاث محی الدین کریم نگر، مولانا سید اکرام الدین نظام آباد، مولانا اعجاز احمد کرنول۔

کرناٹکا سے مولانا سلیم قاسمی مولانا نوشاد قاسمی بنگلور، حافظ ارشد صاحب میسور، مولانا زبیر قاسمی ٹمکور۔

مدھیہ پردیش سے جناب مولانا محمد احمد صاحب بھوپال، مفتی اکمل یزدانی، مولانا یعقوب خان، ڈاکٹر فاروق انصاری بھوپال، جناب محی الدین صاحب دیواس، مولانا عبدالعظیم وجناب اشفاق احمد صاحب اندور، جناب ڈاکٹر فاروق صاحب بالاگھاٹ، مولانا اسحاق صاحب گوالیار۔

راجستھان سے مفتی خلیل احمد صاحب قطب پور، مفتی ظہیر قاسمی وجناب کفایت اللہ خان جے پور، مفتی عمر مظاہری باراں، مولانا مقصود قاسمی کوٹا، گجرات سے مفتی احمد صاحب دیولوی جمبوسر، مولانا ارشد میر، مولانا ندیم، وجناب انیس گھریالی سورت، مولانا منیر قاسمی احمد آباد، مفتی اسماعیل صاحب لاجپوری قاری یوسف اسماعیل بسم اللہ صاحب کفلیتا، مفتی عارف ومولانا سلیم صاحب اون۔

کشمیر سے جناب مولانا سعید احمد حبیب صاحب پونچھ، مولانا عنایت اللہ صاحب جموں، مفتی عنایت اللہ میر بانڈی پورہ، مفتی غلام محی الدین اسلام آباد، مفتی طارق قاسمی شوپیان، مفتی ارشاد پلوامہ، مولانا عبدالجبار کولگام۔

تامل ناڈو سے مولانا بلال احمد چنئی، مولانا مبارک صاحب آمبور۔

دہلی سے مولانا خالد گیاوی صاحب جمعیت علمائے ہند، قاضی کامل صاحب اوکھلا، قاری عارف جمال مولانا شمیم احمد صاحبان ذاکر نگر۔

ہریانہ سے مولانا علی حسن مظاہری، مولانا عادل صاحب پنچ کولا، قاری الیاس صاحب یمنا نگر۔

اتراکھنڈ سے مفتی ریاست علی صاحب ہری دوار، مفتی رئیس، جناب خورشید احمد وماسٹر عبدالستار صاحبان، جناب مولانا شاکر صاحب قاسمی، مولانا جاوید صاحب قاسمی، دہرہ دون۔

ہماچل سے مولانا ممتاز صاحب شملہ، مولانا شفیع احمد قاسمی۔

اوڈیشہ سے جناب مولانا نقیب الامین صاحب برقی اور مولانا غانم قاسمی وغیرہ شامل ہیں۔

❊ ❊ ❊

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

اعلامیہ اور تجاویز

مشاورتی اجلاس برائے ردشکیلیت ودیگر فرقِ باطلہ

مؤرخہ:۱۶؍صفرالمظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲؍اگست ۲۰۲۴ء بروز جمعرات

زیراہتمام:- کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

===============

الف:- اِسلام کی نظر میں عقائد کی درستگی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اگرکسی شخص کا عقیدہ نصوصِ قطعیہ اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے نظریہ کے خلاف ہو، تو ایسا شخص خواہ بظاہر کتنا ہی دین دار نظر آئے، اُس کو مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بریں بنا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ہر حالت میں اپنے عقائد کو درست رکھے، اپنے متعلقین اور آنے والی نسلوں کو بھی راہِ حق پر قائم رکھنے کی فکر کرے۔

ب:- تمام اہلِ اِیمان اِس بات پر متفق ہیں کہ خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم اور مکمل ہوچکا ہے اور آپ کے بعد کسی کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا، اِس عقیدے کا انکار موجبِ کفر ہے۔ اور جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی تسلیم کرے، اُس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے، یہ بات اُمت کے ہر فرد میں راسخ کرنا اور اِس عقیدے کی اہمیت کو اُجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ج:- قیامت کے قریب مہدیٔ موعود کا ظہور اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام- جو اِس وقت آسمان میں باحیات تشریف فرما ہیں- کا نزول بھی اُمت مسلمہ کے متفقہ عقائد میں سے ہے۔ یہ دونوں الگ الگ شخصیات ہیں، جو اپنے وقت پر سامنے آکر اُمت کی رہنمائی کا فرض انجام دیں گی، جن کے بارے میں اَحادیثِ شریفہ میں واضح معلومات موجود ہیں۔ اُن کے متعلق علامات اور تصریحات کو عوام کے سامنے بیان کرنا علماء کی ذمہ داری ہے۔

د:- جو شخص اَزخود مہدیٔ موعود یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا منکر ہو (جیسے ''شکیل بن حنیف'' اور دیگر مدعیانِ مہدویت ومسیحیت) وہ بلاشبہ ملحد اور مرتد ہے، اُس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اِس طرح کی گمراہ کن تحریکات اور فتنوں کا تعاقب اُمت

کے ہر طبقہ کا اوّلین فرض ہے۔ علماء کو چاہئے کہ وہ اپنے خصوصی اور عمومی بیانات میں مذکورہ موضوعات پر مدلل گفتگو کریں؛ تاکہ عوام صحیح صورتِ حال سے واقف رہیں اور کسی فتنے کا شکار نہ ہوں۔

ہ:- جن علاقوں میں ایسے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں، وہاں بالخصوص علماء کرام اور ائمہ مساجد کے لیے تربیتی پروگراموں کا اہتمام کیا جائے اور اُنہیں اِس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ فرقِ باطلہ کی تردید میں ایسی اصطلاحات اور تعبیرات استعمال کریں جو عام فہم ہوں، جس کی وجہ سے عوام بآسانی موضوع کو سمجھ سکیں اور معاملے کی خطرناکی سے آگاہ ہوں۔ نیز اُنہیں یہ بھی بتایا جائے کہ محض ظاہری دین داری نجات کے لیے کافی نہیں ہے؛ بلکہ بنیادی طور پر عقائد کی درستگی ضروری ہے۔

و:- مدارسِ عربیہ میں موجودہ دور کے اہم فرقِ باطلہ کی تردید میں محاضرات کا اہتمام کیا جائے؛ تاکہ طلبہ عزیز اُن کے مقابلے کے لیے پہلے سے تیار رہیں۔

ز:- دورِ جدید کے فتنوں سے متعلق کوئی جامع کتاب تیار کرکے مدارس اور مکاتب کے نصاب میں شامل کی جائے۔

ح:- علاقائی زبانوں میں ''فتنۂ شکیلیت'' اور ''فتنہ گوہر شاہی'' سے متعلق مختصر اور مدلل مواد تیار کیا جائے اور اُس کو گھر گھر پہنچانے کی فکر کی جائے۔

ط:- دعوتی اور دینی کاموں سے وابستہ اَفراد کو مذکورہ فتنوں کی سنگینی سے آگاہ کیا جائے اور باہمی تعاون اور مشورہ سے تحفظ عقائد پر پروگرام منعقد کئے جائیں؛ بالخصوص اسکول اور کالج کے طلبہ اور طالبات کے سامنے صحیح صورتِ حال رکھ کر اُنہیں ہر طرح کی اِرتدادی تحریکات سے دور رکھنے کی کوشش کی جائے۔ نیز سوشل میڈیا کے ذریعہ صحیح فکر عام کرنے اور باطل افکار ونظریات کی تردید پر محنت کی جائے۔

ی:- ان تمام تجاویز کو عملی طور پر نافذ کرنے کے لیے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی نگرانی ورہنمائی میں علاقائی مجالس قائم کی جائیں، اور جہاں اس قسم کی مجالس پہلے سے قائم ہیں ان کو مزید فعال ومتحرک کیا جائے۔

مدارسِ اسلامیہ سے متعلق تجاویز

(بموقع: خصوصی مشاورتی اجلاس)

دینی مدارس مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور ان کی نسل نو کی تعلیم وتربیت کا سب سے اہم ذریعہ ہیں، یہ ادارے ملت اِسلامیہ ہند کی تعلیمی واخلاقی نشو ونما میں بنیادی کردار اَدا کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں ملک کی سالمیت، تحفظ اورنئی نسل میں ملک کے دفاع اورحب وطن کا جذبہ پیدا کرنے میں بھی اِن کی خدمات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔

لیکن ملک میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے، جو اِن مدارس کو بے جا طعن وتشنیع کا نشانہ بنا کراُن کے کردار کومسخ کرنے میں مصروف ہے اورافسوس ہے کہ اس نفرت پسند طبقہ کوحکومت میں بعض ذمہ دار عہدوں پر بیٹھے ہوئے افراد کی پشت پناہی حاصل ہے،اس لیے یہ مشاورتی اجلاس مدارس کے خلاف متعصّبانہ شرانگیز کوششوں کی سخت مذمت کرتا ہےاورارباب اقتدار سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مدارس کی اہمیت کو پہچانیں اوراُن کے خلاف کی جانے والی سازشوں کی حوصلہ شکنی کریں۔

اسی کے ساتھ یہ اجلاس سبھی مدارس سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ اوراپنے دائرۂ کارکومزید مستحکم اوروسیع کرنے کے لیے درج ذیل اُمورکوبطورخاص ملحوظ رکھیں:

(۱) رجسٹرڈ سوسائٹی یاٹرسٹ کےتحت ادارہ کےنظام کوچلایا جائے۔

(۲) حساب میں شفافیت کے لیے بینک اکاؤنٹ کھولے جائیں اور بیلنس شیٹ بنا کراُسے کسی اچھےسی اے سے ضرور آڈٹ کرایا جائے۔

(۳) طلبہ کی رہائش کے لیے صاف پانی، صاف شفاف کمروں اور باتھ روم وغیرہ کا معقول انتظام کریں۔ مدرسہ میں گنجائش کے اعتبار سےہی طلبہ رکھے جائیں۔

(۴) ملکیت کے کاغذات اورتعمیری نقشے کی منظوری بالخصوص ملکیت کا مکمل ثبوت، رجسٹری، نوٹری، وقف نامہ، ذاتی ملکیت یااِدارہ کی ملکیت، رجسٹری مع داخل خارج، بلڈنگ کا منظور کردہ نقشہ، پینے کا پانی، بجلی کی سپلائی، فائر فائٹنگ کے لیےمحکمہ فائر بریگیڈ سے اجازت وغیرہ کی اَپڈیٹ کاپیاں تیار رکھی جائیں۔

(۵) مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کومختلف علاقوں میں سفر کرتے ہیں، اُن کے پاس اُن کےاوراُن کے والدین کے آدھار کارڈ وغیرہ موجود ہوں، نیز ان کے پاس:

الف:- مقامی پردھان/مکھیا کی ایک تحریر ہو۔ ب:- والدین کی طرف سے ایفی ڈیوٹ ہو۔ ج:- جس مدرسے میں جارہے ہیں، اُس کے لیٹر پیڈ کی کاپی ساتھ ہو، جس میں اُن بچوں کے نام لکھے ہوں؛ تاکہ بوقتِ ضرورت ان کوپیش کیا جاسکے۔

❊ ❊ ❊